AHMADIYYA
MUSLIM COMMUNITY
United States of America

*Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian*

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

ظہور - اخاء ۱۳۹۴ ہش
اگست - اکتوبر ۲۰۱۵ء

کُون رَیپڈز مِنیسوٹا میں مسجد نصرت کا افتتاح

Inauguration Ceremony of the Nusrat Mosque Coon Rapids, Minnesota

احساں ہیں تیرے بھارے گِن گِن کے ہم تو ہارے

منظوم کلام امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اقبال کو بڑھانا اب فضل لے کے آنا — ہر رنج سے بچانا دُکھ درد سے چُھڑانا

خود میرے کام کرنا یاربّ نہ آزمانا — یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تینوں تیرے چاکر ہو ویں جہاں کے رہبر — یہ ہادیٔ جہاں ہوں یہ ہوویں نُور یکسر

یہ مرجعِ شہاں ہوں یہ ہو ویں مہرِ انور — یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

تیرا نبیؐ جو آیا اُس نے خدا دکھایا — دینِ قویم لایا بدعات کو مٹایا

حق کی طرف بُلایا مِل کر خدا ملایا — یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

قُرباں ہیں تجھ پہ سارے جو ہیں مرے پیارے — احساں ہیں تیرے بھارے گِن گِن کے ہم تو ہارے

دل خُوں ہے غم کے مارے کشتی لگا کنارے — یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

اس دل میں تیرا گھر ہے تیری طرف نظر ہے — تُجھ سے میں ہوں منوّر میرا تو تُو قمر ہے

تُجھ پر مرا توکّل در پر ترے یہ سَر ہے — یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

جب تُجھ سے دل لگایا سَو سَو ہے غم اُٹھایا — تن خاک میں مِلایا جاں پر وَبال آیا

پر شُکر اے خُدایا ! جاں کھو کے تُجھ کو پایا — یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

دیکھا ہے تیرا مُنہ جب چمکا ہے ہم پہ کوکب — مقصود مل گیا سب، ہے جام اب لبالب

تیرے کرم سے یاربّ میرا بَر آیا مطلب — یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

النُّوۡرِ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

(البقرۃ:۲۵۸)

فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ الرِّزۡقَ . . .

(سورۃ العنکبوت:18)

پس اللہ کے حضور ہی رزق چاہو۔

قُلۡ مَنۡ یَّرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قُلِ اللّٰہُ ۙ

(سورۃ سبا:25)

تُو (کافروں) سے پوچھ کہ کون ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق عطا کرتا ہے؟ (خود ہی) کہہ دے کہ اللہ۔

(700حکمِ خداوندی صفحہ 82)

جلد ٦٦ شمارہ ۸،۹،۱۰

فہرست

احساں ہیں تیرے بھارے گن گن کے ہم تو ہارے ...... اندرونی ٹائٹل

قرآن کریم: خدا تعالیٰ ایک وراء الوراء ہستی ہے 2

متفرق احادیث: 3

بلا موجب وحی کا نازل ہو جانا ایک بے فائدہ کام ہے 4

خلاصہ جات خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 5

تشکر Thanksgiving 11

قرآن کریم کی چار عظیم الشان آیات کا مختصر تعارف 14

نعت: نورِ محمد ﷺ 17

صفات باری کے مظہر اتم ﷺ کی عظیم الشان روحانی تجلیات 18

نظم: روحانی خزائن کی بندش 27

کائنات کی بنیادی قوتیں 28

چودھری احمد دین صاحب 30

پروفیسر رشیدہ تسنیم سے وابستہ مرحومہ کے بچوں کی پیاری یادیں 33

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر امیر جماعت احمدیہ، یو ایس اے

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

مدیر: سید ساجد احمد

معاون مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: publications@ahmadiyya.us

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

خدا تعالیٰ ایک وراء الوراء ہستی ہے

فَاِذَا قَضَیۡتُمۡ مَّنَاسِکَکُمۡ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا وَمَالَهٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنۡ خَلَاقٍ ۝ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

البقرۃ: 202-201

گزشتہ زمانہ میں اپنے باپ دادوں کو یاد کرنے کی طرح اللہ کو یاد کرو۔ یا (اگر ہو سکے تو اس سے بھی) زیادہ (دلبستگی سے) یاد کرو اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو (یہی) کہتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اس دنیا میں (آرام) دے۔ اور اُن کا آخرت میں کچھ بھی حصہ نہیں ہوتا۔ اور اُن میں سے کچھ (ایسے بھی ہوتے) ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں (اس) دنیا کی زندگی میں (بھی) کامیابی دے اور آخرت میں (بھی) کامیابی (دے) اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

”فرماتا ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق حج بیت اللہ کا فرض ادا کر چکو تو خدا تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے ہو۔ اہلِ عرب میں دستور تھا کہ جب وہ حج سے فارغ ہو جاتے تو تین دن منیٰ میں مجالس منعقد کر کے اپنے باپ دادوں کے کارنامے بیان کرتے اور اپنے اپنے قبیلہ کی بہادری شہرت اور سخاوت کی تعریف میں قصیدے پڑھتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ تو اپنے باپ دادوں کی تعریف میں قصائد پڑھا کرتے تھے مگر ہم تمہیں یہ ہدایت دیتے ہیں کہ جب تم مناسکِ حج کو ادا کر چکو تو تم خدا تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو جیسے تم اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے ہو۔ یعنی جس طرح ایک چھوٹا بچہ جو اپنی ماں سے جدا ہوتا ہے روتا ہے چلّاتا ہوا کہتا ہے کہ مَیں نے اپنی امّاں کے پاس جانا ہے اسی طرح تم بھی بار بار خدا تعالیٰ کا ذکر کرو تا کہ اس کی محبت تمہارے رگ و ریشہ میں سرایت کر جائے۔ خدا تعالیٰ ایک وراء الوراء ہستی ہے اُس کا حسن براہ راست انسان کے سامنے نہیں آتا بلکہ کئی واسطوں کے ذریعہ سے آتا ہے۔ اگر اُس کے حسن کو الفاظ میں بیان کیا جائے اور پھر ہم اُس پر غور کریں اور سوچیں تو آہستہ آہستہ معنوی طور پر اس کی شکل ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ اگر تم مالکؔ کا نام لو اس کی مالکیت کو ذہن میں لاؤ۔ قدوسؔ کا نام لو اور اس کی قدوسیت کو ذہن میں لاؤ ستّار کا نام لو اور اُس کی ستّاریت کو ذہن میں لاؤ۔ غفورؔ کا نام لو اور اس کی غفوریت کو ذہن میں لاؤ تو یہ لازمی بات ہے کہ آہستہ آہستہ خدا تعالیٰ کی ایک مکمل تصویر تمہارے سامنے آجائے گی۔ اور محبت کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ یا تو کسی کا وجود سامنے ہو یا اس کی تصویر سامنے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک شعر میں اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

دیدار گر نہیں ہے تو گُفتار ہی سہی
حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 443-444)

احادیث مبارکہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لاَ تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلاَ تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا وَصَلُّوا عَلَىَّ فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ "

(ابوداؤد کتاب المناسک باب زیارۃ القبور)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ یعنی اپنے گھر میں قرآن کریم نوافل اور سنتیں پڑھا کرو۔ اس طرح فرمایا میری قبر کو خانقاہ اور زیارت گاہ نہ بناؤ کہ وہاں پر آکر سجدے کرو اور چڑھاوے چڑھاؤ۔ پھر فرمایا مجھ پر درود و سلام بھیجا کرو۔ تمہارا درود و سلام جہاں کہیں بھی تم ہو مجھے پہنچ جاتا ہے۔

****

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا ".

(بخاری کتاب الجہاد باب فضل من جھز غازیًا)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو سامان دیتا ہے اور تیاری میں اس کی مدد کرتا ہے تو اس کا ثواب ایسا ہے جیسے وہ خود جہاد کے لئے گیا۔ جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی عدم موجودگی میں اس کے اہل و عیال کا خیال رکھتا ہے اور خیر خواہی کا سلوک کرتا ہے تو وہ بھی جہاد میں شامل ہے۔

****

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كَانَ لَهٗ ذِبْحٌ يَذْبَحُهٗ فَإِذَا اُهِلَّ هِلَالُ ذِی الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ۔

(مسلم کتاب الاضاحی باب نھی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ)

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جب ذوالحج کا چاند نکلے تو وہ قربانی کا جانور ذبح کرنے تک نہ اپنے بال کٹوائے اور نہ ناخن۔

****

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بلا موجب وحی کا نازل ہو جانا ایک بے فائدہ کام ہے

"اصل حقیقت وحی کی یہ ہے جو نزول وحی کا بغیر کسی موجب کے جو مستدعی نزولِ وحی ہو ہر گز نہیں ہوتا بلکہ ضرورت کے پیش آجانے کے بعد ہوتا ہے اور جیسی جیسی ضرورتیں پیش آتی ہیں بمطابق ان کے وحی بھی نازل ہوتی ہے کیونکہ وحی کے باب میں یہ عادت اللہ جاری ہے کہ جب تک باعثِ محرّک وحی پیدا نہ ہولے تب تک وحی نازل نہیں ہوتی اور خود ظاہر بھی ہے جو بغیر موجودگی کسی باعث کے جو تحریک وحی کی کرتا ہو یونہی بلا موجب وحی کا نازل ہو جانا ایک بے فائدہ کام ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف جو حکیم مطلق ہے اور ہر ایک کام برعایت اور مصلحت اور مقتضاء وقت کے کرتا ہے منسوب نہیں ہو سکتا۔" (براہین احمدیہ، صفحہ 87 حاشیہ)

"بعض دفعہ وحی اس طرح پر نازل ہوتی ہے کہ کوئی کاغذ یا پتھر وغیرہ دکھایا جاتا ہے جس پر کچھ لکھا ہوا ہوتا ہے۔" (بدر جلد 1 نمبر 33 مورخہ 7 ستمبر 1905ء صفحہ 2)

"بخاری نے اپنی صحیح میں اور ایسا ہی ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ایسا ہی مسلم نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے کہ نزول جبرائیل کا وحی کے ساتھ انبیاء پر وقتاً فوقتاً آسمان سے ہوتا ہے۔۔ اور اس کی تائید میں ابن جریر اور ابنِ کثیر نے یہ حدیث بھی لکھی ہے۔۔۔ نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت خدا تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ وہ کوئی امر وحی اپنی طرف سے نازل کرے تو بطور وحی متکلّم ہوتا ہے یعنی ایسا کلام کرتا ہے جو ابھی اجمال پر مشتمل ہوتا ہے اور ایک چادر پوشیدگی کی اس پر ہوتی ہے تب اس مجوب المفہوم کلام سے ایک لرزہ آسمانوں پر پڑ جاتا ہے جس سے وہ ہولناک کلام تمام آسمانوں میں پھر جاتا ہے اور کوئی نہیں سمجھتا کہ اسکے کیا معنے ہیں اور خوفِ الٰہی سے ہر یک فرشتہ کانپنے لگتا ہے کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے اور اس ہولناک آواز کو سُن کر ہر یک فرشتہ پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ پھر سب سے پہلے جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ سے سر اُٹھاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس وحی کی تمام تفصیلات اُس کو سمجھا دیتا ہے اور اپنی مراد اور منشاء سے مطلع کر دیتا ہے تب جبرائیل اس وحی کو لے کر تمام فرشتوں کے پاس جاتا ہے جو مختلف آسمانوں میں ہیں اور ہر یک فرشتہ اُس سے پوچھتا ہے کہ یہ آواز ہولناک کیسی تھی۔ اور اس سے کیا مراد تھی تب جبرائیل اُن کو یہ جواب دیتا ہے کہ یہ ایک امر حق ہے اور خدا تعالیٰ بلند اور نہایت بزرگ ہے یعنی یہ وحی اُن حقائق میں سے ہے جن کا ظاہر کرنا اُس العلیّ الکبیر نے قرینِ مصلحت سمجھا ہے تب وہ سب اُس کے ہمکلام ہو جاتے ہیں۔ پھر جبرائیل اُس وحی کو اُس جگہ پہنچا دیتا ہے جس جگہ پہنچانے کے لئے اُس کو حکم تھا خواہ آسمان یا زمین۔

اب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نزولِ وحی کے وقت جبرائیل آسمان پر ہی ہوتا ہے اور پھر جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اس کی آواز میں قوّت اور قدرت بخشی ہے اپنے محل میں اُس وحی کو پہنچا دیتا ہے"۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام، صفحہ 109-106)

"میں نے دیکھا ہے کہ اُس وحی کے وقت جو برنگِ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے ایک خارجی اور شدید الاثر تصرّف کا احساس ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ تصرّف ایسا قوی ہوتا ہے کہ مجھ کو اپنے انوار میں ایسا دبا لیتا ہے کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ مَیں اُس کی طرف ایسا کھینچا گیا ہوں کہ میری کوئی قوت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس تصرّف میں کُھلا اور روشن کلام سُنتا ہوں۔ بعض وقت ملائکہ کو دیکھتا ہوں اور سچائی میں جو اثر اور ہیبت ہوتی ہے مشاہدہ کرتا ہوں اور وہ کلام بسا اوقات غیب کی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ایسا تصرّف اور اخذ خارجی ہوتا ہے جس سے خدا تعالیٰ کا ثبوت ملتا ہے اب اس سے انکار کرنا ایک کُھلی کُھلی صداقت کا خون کرنا ہے۔" (برکات الدّعا صفحہ 26)

خلاصہ جات خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۵ جون ۲۰۱۵

ایک زمانہ تھا کہ جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے ہندوستان میں رہنے والے احمدیوں کے لئے بھی جلسے کے لئے آنا، کرایوں وغیرہ کے اخراجات کی وجہ سے بہت مشکل تھا، اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کو تحریک فرمائی کہ سال بھر اس مقصد کے لئے کچھ نہ کچھ جوڑتے رہیں تا کہ جلسہ سالانہ کے لئے زاد راہ میسر آجائے لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں جلسہ میں شامل ہونے والوں کی کاروں کی تعداد ہی اتنی ہوتی ہے کہ انتظامیہ کو کار پارکنگ کے لئے خاص طور پر انتظام کرنا پڑتا ہے جو محنت طلب ہے، آپ میں سے بہت سے ایسے ہونگے جو جلسہ میں شمولیت کے لئے اپنے اوپر تنگی وارد کر کے اور تکلیف اٹھا کر جاتے ہونگے۔ پس یہ بات جہاں اس لحاظ سے خوش کن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالات بدل دیئے ہیں وہاں ان بزرگوں کی اولادوں کے لئے اپنے جائزے لینے کی طرف متوجہ ہونے کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اپنے تعلق باللہ، اپنے ایمان اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی پابندی کرنے کے لحاظ سے کس مقام تک پہنچے ہیں، اگر ہمارے خاندانوں میں ہمارے بزرگوں کے نیکی کے معیاروں کے مقابلے میں تیزی سے تنزل ہو رہا ہے تو ہماری حالت قابل فکر ہے، ہماری کشائش اور ہماری کھل بے فائدہ ہے۔ اگر ہم دنیا تو کمار ہے ہیں لیکن ہمارا دین کا خانہ خالی ہے تو ایسی حالت میں پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ انسان دنیا کے دھندوں میں پڑ کر خدا تعالیٰ سے بالکل ہی تعلق ختم کر لیتا ہے اور شیطان کی جھولی میں جا گرتا ہے، جلسہ پر آنا ایک رسم بن جاتا ہے۔

کئی علوم ایسے ہوتے ہیں جن کو نبی سمجھ سکتا ہے، اگر ایسا نہ ہو تو نبی کی ضرورت ہی کیوں ہو، حضرت مسیح موعودؑ نے 1400 سال بعد ایسی باتیں بتائیں جو موجود تھیں لیکن مسلمانوں کو ان کا علم نہ تھا یا صحیح فہم نہ تھا مثلاً تمام مذاہب کی صداقت، بے شک بعد میں ان کی تعلیم میں تحریف ہو گئی اور وہ مذہب اپنی اصلی حالت میں نہ رہا، جس طرح بدھ ہیں، زرتشت ہیں، کرشن ہیں، اپنے زمانے کے خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اور صداقت کے حامل تھے، جو لوگ اپنے پیشواؤں کی صحیح تعلیم کو مانتے ہیں، دوسروں کی نسبت ان کی حالت بہتر ہے۔ پس اس روحانی لڑائی کے لئے ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے اور آگے بڑھنے کی ضرورت ہے اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہم اپنی روحانیت کے نئے زمین و آسمان پیدا نہ کریں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں، ایک یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، خدا کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں اور دوسرے نوع انسان سے ہمدردی کرو، صرف قریبی رشتہ دار ہی نہیں بلکہ کوئی بھی ہو، مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی، میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ تم اپنے بدلے خود لو، جس قدر نرمی اختیار کرو گے، جس قدر فروتنی کرو گے، اللہ تعالیٰ اسی قدر خوش ہو گا، اپنے دشمنوں کو تم خدا کے حوالے کرو۔

۱۲ جون ۲۰۱۵

جب حضور سفر پر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کئی گنا بڑھ کر ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پروگراموں میں برکت ڈالتا ہے اور تبلیغ اور حقیقی اسلام کا پیغام بھی بڑی کثرت سے لوگوں تک پہنچتا ہے اور پھر لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوتا ہے، گزشتہ دنوں جلسہ سالانہ جرمنی میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے ہیں تو اصل مقصد تو جلسہ سالانہ جرمنی میں شمولیت تھی لیکن اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ خود ہی ایسے پروگرام بھی کروا دیتا ہے جو اسلام کے حقیقی تعارف اور تعلیم کو لوگوں تک پہنچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

ہنگری سے ایک دوست جلسہ میں شامل ہوئے، کہتے ہیں کہ چھوٹا بڑا ہر ایک کو سلام کر رہا تھا، پیار سے مل رہا تھا، مجھے ان لوگوں کی زبان تو سمجھ میں نہیں آئی لیکن ان کے چہرے کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ یہ لوگ پیار بانٹ رہے ہیں، میں نے دنیا دیکھی ہے اور مشرق سے لے کر مغرب تک اس قسم کا نظارہ نہیں دیکھا، مجھ پر جلسہ کا عجیب اثر ہوا ہے، یقیناً میں اپنے دوستوں اور جاننے والوں کو جماعت احمدیہ کے جلسہ کے بارہ میں بتاؤں گا۔

ملک شام سے ایک مہمان جن کے والد احمدی ہیں، ان کے والد صاحب کے ذریعہ انہیں تبلیغ تو ہوتی رہی لیکن ابھی انہوں نے بیعت نہیں کی تھی، جلسہ سے پہلے ان کے سوال و جواب ہوتے تھے مبلغ صاحب کے ساتھ صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں لیکن وہ نہیں مان رہے تھے، مبلغ نے ان سے کہا کہ آپ درد سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی راہنمائی کرے، جلسہ کے دوسرے روز حضرت خلیفۃ المسیح کا خطاب تھا اور تبلیغی مہمانوں کے ساتھ میٹنگ تھی، اس کے بعد مہمان نے مبلغ سے کہا کہ مجھے قرآن کریم سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی صرف ایک دلیل دے دیں۔

اٹلی سے آنے والے ایک عیسائی مہمان جو ایک تنظیم ریلیجن آف پیس کے جنرل سیکرٹری ہیں اور ویٹی کن سٹی میں کافی اثر و رسوخ رکھتے ہیں، وہ بڑا اچھا اثر لے کر گئے ہیں، بلکہ انہوں نے واپس اٹلی جا کر ایک مضمون لکھا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ مجھے اعتراف کرنا پڑے گا کہ جلسہ سالانہ کا منظر نہایت حیران کن تھا، انسان کی نظر جب بڑے بڑے حروف میں لکھے پیغام محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں پر پڑتی ہے تو پہلا سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا یہ لوگ واقعی مسلمان ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ واقعی مسلمان ہیں، وہاں کا ماحول عجیب محبت اور یگانگت سے پر ہوا ہوا تھا، میں نے خود مشاہدہ کیا کہ ہزاروں کی تعداد میں مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے جوان، بوڑھے، بچے اور فیملیاں ایک نہایت منظم جماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔

پس جلسہ سالانہ جہاں اپنوں کے لئے تربیتی اور روحانی ترقی کا باعث بنتا ہے وہاں غیروں کو بھی اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرنے کا باعث بنتا ہے، کئی لوگ جو پہلے انتظامیہ کے علم کے مطابق بیعت کے لئے تیار نہیں تھے، حضور سے ملاقات کے بعد اور چند سوال پوچھنے کے بعد بیعت کے لئے تیار ہو گئے، پس کس کس فضل اور احسان کا انسان شکر ادا کرے، اللہ تعالیٰ کرے کہ اب جماعتیں ان فضلوں کو سنبھالنے والی بھی ہوں اور یہ نئی بیعتیں کرنے والے جو لوگ ہیں ان کو بھی صحیح رنگ میں اپنے میں سمو سکیں اور جلسہ کی یہ برکات وسیع تر پھیلتی چلی جائیں، اللہ تعالیٰ ان تمام احباب جماعت کو جلسہ میں شامل ہوئے ان کو بھی برکات سے مستقل فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

رشیدہ بیگم صاحبہ زوجہ درویش قادیان کی وفات۔

۱۹ جون ۲۰۱۵

آج جمعہ کا بابرکت دن ہے اور رمضان کے بابرکت مہینہ کا پہلا روزہ ہے، پس آج کا دن بے شمار برکتوں سے شروع ہونے والا دن ہے، آنحضرت ﷺ نے جمعہ کے بابرکت دن ہونے کے بارہ میں خبر دی کہ اس میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں مومن اپنے رب کے حضور جو دعا کرے وہ قبول کی جاتی ہے اور پھر رمضان کے بارہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ کی رحمت اس مہینہ میں جوش میں آتی ہے اور مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کی بارش ہوتی ہے۔ عام طور پر رمضان میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کو باندھ کر جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور بندوں کے قریب آ گیا ہے، اور پھر رمضان کے جمعوں سے بھی بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے لیکن سب سے اہم دعا جو ان دنوں میں کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ انتہائی عاجزی سے اور خالص ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا انسان کرے کہ اے اللہ مجھے صرف رمضان میں ہی نہیں بلکہ عام حالات میں بھی ان لوگوں میں شامل کر لے جن کی دعائیں رات کو بھی قبول ہوتی ہیں اور دن کو بھی قبول ہوتی ہیں تاکہ رمضان ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے والا ہو، تقویٰ پر چلانے والا ہو، میں مستقل ہدایت پانے والوں میں شامل ہو جاؤں۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو مانا، آپؑ نے بار بار افراد جماعت کو تقویٰ پر قائم رہنے کی نصیحت فرمائی، پھر ایسا روحانی نظام (خلافت) اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا جو تقویٰ کے بیج کو قائم رکھنے کے لئے توجہ دلاتا رہتا ہے، پھر رمضان کے مہینے میں اس بیج کے پنپنے کے سامان اللہ تعالیٰ نے مہیا فرما دیئے، اور پھر ہمیں اس بیج کی نشو نما کے طریق بتاتے ہوئے اسے پھلدار بنانے کی خوشخبری بھی دے دی، پس اس مہینے کی برکات سے فیض اٹھانے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔

بدر کی جنگ میں جب دشمن شکست کھا چکا تھا اور جنگ تقریباً ختم تھی اور کفار کے بڑے بڑے سپاہی اپنی سواریوں پر میدان جنگ سے بھاگنے کو کوشش کر رہے تھے، اس وقت ایک عورت میدان جنگ میں بغیر کسی خوف کے پھر رہی تھی اور اس پر جوش و جنون طاری تھا، اور کبھی ایک بچہ کو اٹھاتی اور کبھی دوسرے کو، جب آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا: اس عورت کا بچہ گم گیا ہے اور یہ اسے تلاش کر رہی ہے اور ماں کی محبت اس قدر غالب ہے کہ اس کو کوئی فکر نہیں کہ یہ میدان جنگ میں ہے اور یہاں ہر طرف تباہی مچی ہوئی ہے، وہ عورت

اس طرح دیوانہ وار پھرتی رہی، جس بچے کو دیکھتی، اسے گلے لگا لیتی لیکن جب غور کرتی تو اس کا بچہ نہ ہوتا۔

پس یہ رمضان کے دن جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مہیا فرمائے ہیں، ان میں ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے اور التزام سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کی فتح کے جلد سامان پیدا فرمائے، ہم آنحضرت ﷺ کی مٹھی کے کنکر بن جائیں جن کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے کروڑوں کنکروں کی آندھی چلا دی تھی اور کفار کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو دور کر کے ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے چشم پوشی فرمائے اور اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا فرمائے کہ ہم اپنا مقصود پانے والے ہوں اور ہماری کمزوریاں اور کوتاہیاں غیروں کو خوشی کے مواقع فراہم کرنے والی نہ ہوں۔

۲۶ جون ۲۰۱۵

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ہماری جماعت کو قیل و قال پر محدود نہیں ہونا چاہئے، یہ اصل مقصد نہیں، تزکیہ نفس اور اصلاح ضروری ہے، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے، پس آپؑ چاہتے ہیں کہ جماعت میں عملی تبدیلی پیدا ہو، یہ نہ ہو کہ جہاں اپنا مفاد دیکھو وہاں اپنی بات کو بدل لو، اپنے اخلاق کے معیاروں کو قائم نہ رکھ سکو بلکہ ایمان اور اللہ تعالیٰ کی باتوں پر عمل اور اپنے نفس کی اصلاح اور اسے ہمیشہ پاک رکھنا اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لو اور جب یہ ہو گا تبھی آپؑ کی بیعت میں آنے کا حق ادا ہو گا، پس ایک احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ آپؑ کی بیعت کا حق ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی طرف نظر رکھنے کی ضرورت ہے، ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ اس حد تک انکساری اختیار کرو کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے، اس معیار کو جانچنے کے لئے کوئی بیرونی آلہ یا طریقہ نہیں ہے، ہر شخص جو حقیقت میں ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو پھر اس کو اپنا محاسبہ خود ہی کرنا چاہئے، وہی صحیح بتا سکتا ہے کہ کہاں ہم فخر سے بالکل پاک ہیں، کیا ہمیں اپنے اعلیٰ خاندان ہونے پر فخر تو نہیں، ہمیں اپنی مالی حالت دوسروں سے بہتر ہونے پر فخر تو نہیں، ہمیں اپنی اولاد کے تعلیم یافتہ ہونے پر فخر تو نہیں، ہمیں اپنی علمی قابلیت پر فخر تو نہیں، ہمیں اپنی کسی نیکی پر فخر تو نہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کسی عربی کو عجمی پر فوقیت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر۔

رمضان کے ان دنوں میں ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے، اپنے گھروں کے جھگڑوں کو خدا تعالیٰ کی خاطر ختم کر کے سلامتی اور امن کی فضا ہر احمدی کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اپنے بھائیوں سے جھگڑوں کو ختم کر کے جس کی بنیاد اکثر انا اور تکبر ہوتی ہے، معاشرے میں سلامتی پھیلانے کی ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے، مخالفین کی باتوں پر صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی ہدایت کے لئے دعائیں کرنے کی ضرورت ہے تا کہ دنیا کے فساد بھی ختم ہوں، ہم امن اور سلامتی اور محبت کو دنیا میں قائم کرنے کی باتیں تو بہت کرتے ہیں لیکن حقیقت اس وقت سامنے آتی ہے جب ہم خود اس معاملے میں ملوث ہوں اور خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی دے کر اس امن اور پیار کو قائم کرنے کی کوشش کریں جس کا اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے۔

پس یہ رمضان کے دن جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاک تبدیلیوں کے پیدا کرنے اور قبولیت دعا کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں مہیا فرمائے ہیں، ان میں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، جس جس کو جس بات پر فخر ہے یا جو چیز ہمیں ہماری عاجزی اور انکساری میں بڑھانے میں روک ہے یا جو چیز بھی ہمارے ماحول میں ہماری وجہ سے فتنے کا باعث بن سکتی ہے، اسے ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے، اس سے مدد مانگتے ہوئے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ ہمارا وجود ہر جگہ سلامتی پھیلانے والا وجود بن جائے نا کہ بے چینی اور فساد پھیلانے کا ذریعہ۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر خدا تم سے راضی ہو تو باہم ایسے ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی، تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر بھی تم پر رحم ہو، تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا کہ وہ بھی تمہارا ہو جائے، جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچاوے۔

ہدایت بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم عمر احمد صاحب درویش قادیان کی وفات، مولوی محمد احمد ثاقب صاحب کی وفات۔

۳ جولائی ۲۰۱۵

یہاں یہ چیز ہر ایک کو واضح ہونی چاہئے، کسی بھی عہدیدار کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ نصیحت کرنا میرا کام نہیں ہے، یہ تو صرف امیر جماعت، صدر جماعت یا سیکرٹری یا مربی یا دوسرے سیکرٹریان کا کام ہے یا اسی طرح صدر انصار اللہ یا ان کے تربیتی شعبہ کا کام ہے، یا صدر خدام الاحمدیہ یا ان کے تربیتی شعبہ کا کام ہے، نہیں بلکہ ہر سیکرٹری چاہے وہ سیکرٹری ضیافت ہے یا ذیلی تنظیموں میں کھیلوں کا نگران ہے، اس کو چاہئے کہ وہ اپنے نیک نمونے قائم کرے، اگر یہ ہو جائے تو پچاس فیصد سے

زیادہ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ کے حکموں پہ چلنے والی بن سکتی ہے، چاہے وہ مسجدوں میں نمازوں کی حاضری ہو یا دوسری قربانیوں اور حقوق العباد کا معاملہ ہو۔

ہم میں سے اکثر کو خداتعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ صرف اس لئے ہوئی ہے کہ رمضان کا مہینہ برکتوں کا مہینہ ہے اور دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے، اس لئے ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بنیں اور اس رمضان کے مہینے سے فائدہ اٹھائیں، اس بارہ میں ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ خداتعالیٰ کی نظر ہمارے دل کی گہرائیوں تک ہے، وہ ہماری نیتوں کو جانتا ہے اور ہمارے اعمال کو ہماری نیتوں کے مطابق دیکھتا ہے، تو پھر ہمیں اس نیت سے مسجدوں کی آبادی اور عبادت کی طرف توجہ دینی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور اس مہینے کی عبادتوں کو پھر زندگی کا حصہ بنانے کی کوشش کریں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کے دل میں ایمان اور کفر، نیز صدق اور کذب اکٹھے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی امانت اور خیانت اکٹھے ہو سکتے ہیں، پس ایمان کی نشانی سچائی ہے اور امانت کی ادائیگی بھی، اس لئے ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا مومن میں جھوٹ اور خیانت کے علاوہ بری عادتیں ہو سکتی ہیں، جھوٹ بولنے والا اور خیانت کرنے والا مومن ہے ہی نہیں، امانتوں کا حق ادا کرنے کا مضمون اور خیانتوں سے بچنے کا مضمون بڑا وسیع مضمون ہے اور ایک مومن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس کی اہمیت اور وسعت کو سمجھے۔ امانتوں کے حق ادا کرنے کے بارہ میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ لڑکا لڑکی جب شادی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں تو ایک دوسرے پر ان کے کچھ حقوق ہیں اور ان حقوق کی ادائیگی ایک امانت ہے، ان میں خاوند کے ذمہ جو امانت ہے وہ عورت کا حق مہر ہے وہ اسے ادا کرنا چاہئے، بہت سے معاملات آتے ہیں جب جھگڑے پڑ جاتے ہیں تو کوشش یہی کی جاتی ہے کہ حق مہر نہ ادا کیا جائے، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت سے شادی کے لئے مہر مقرر کیا اور نیت یہ کہ کہ وہ اسے نہیں دے گا تو وہ زانی ہے اور جس نے کسی سے قرض اس نیت سے لیا کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا تو وہ چور ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: مومن وہی ہے جو غصہ کو کھا جاتے ہیں اور ظالم لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور بیہودگی کا بیہودگی سے جواب نہیں دیتے، آپؑ نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو سے تقویٰ سرایت کر جائے، تقویٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو، اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو اور بے جا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔

۱۰ جولائی ۲۰۱۵

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم رمضان کے آخری عشرے میں سے گزر رہے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے عشروں میں سے گزرتے ہوئے جہنم سے نجات دلانے والے عشرے میں سے گزر رہے ہیں، پس یہ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ موقع نصیب فرمایا لیکن ایک مومن جس کا اللہ تعالیٰ پہ ایمان ہے اور اس کا تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے دل میں خداتعالیٰ کا خوف بھرا ہوا ہے، وہ صرف اس بات پر خوش نہیں ہو سکتا کہ یہ دن اور عشرے میری نجات کا باعث بن گئے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے لیکن جب قانون الٰہی سے تجاوز کرنے پر غضب یا سزا کا مورد انسان بنتا ہے، چھوٹی غلطیوں کو تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے لیکن جب انتہائی حد سے انسان بڑھنا شروع کر دے تو پھر اللہ تعالیٰ کی عدل کی صفت کام کرتی ہے لیکن عموماً اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے، لیکن بعض دفعہ قانون الٰہی کو توڑنے کا تقاضا ہوتا ہے کہ سزا ملے لیکن اللہ تعالیٰ پھر بھی رحم کرتے ہوئے بخش دیتا ہے، لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کیفیت مومنوں کے لئے نہیں ہے، جو حقیقی مومن ہیں ان کا مقام کچھ اور ہے۔

ایمان کا تقاضا ان ایمانی حالتوں کو درست رکھنا اور اللہ تعالیٰ کو حکموں پر چلنے کی حتی المقدور کوشش کرنا ہے۔ پس رمضان میں جو ہمیں مغفرت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تو اس روح کو سامنے رکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ استغفار کرو، اس فیض سے حصہ لینے کے لئے جو محسنین سے مخصوص ہے نیکیوں کے بجالانے کے لئے طاقت پکڑنے کی ایک مومن کوشش کرے وہاں استغفار سے اللہ تعالیٰ کی روشنی سے روشنی لے اور اللہ تعالیٰ کی طاقت سے طاقت پکڑے تاکہ کبھی اللہ تعالیٰ کی روشنی سے محروم ہو کر اندھیروں میں نہ بھٹکنے لگے، یا اللہ تعالیٰ کی طاقت سے بے فیض ہو کر شیطان کی جھولی میں نہ گرے، اگر خداتعالیٰ کی طاقت ساتھ نہ ہو تو شیطان کے حملے بڑے سخت ہیں، اس لئے استغفار کرنا بہت ضروری ہے۔

قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق جہنم سے بچنا اور جنت کا اصول صرف اخروی جنت اور جہنم نہیں ہے بلکہ اس دنیا کی بھی جنت اور جہنم ہے اور اس سے بچنا

صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حقیقی محسن وہ ہے جو ہر وقت خیال رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور جب یہ احساس ہو کہ خدا تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے تب خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور تبھی انسان برائیوں سے بچتا ہے اور جو برائیوں سے بچتا ہے وہ دل کی بے چینیوں سے بھی بچتا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والا اس دنیا اور آخرت میں جنت کما رہا ہوتا ہے اور برائیوں اور شہوات نفسانی میں مبتلا اس دنیا میں بھی اور اگلے جہاں میں بھی جہنم کما رہا ہوتا ہے۔

ہم جو آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کو ماننے والے ہیں، ہمیں اپنی حالتوں میں انقلاب پیدا کرتے ہوئے اپنے ایمانوں کو اس مقام تک لے جانے کی ضرورت ہے جہاں ہمارا ہر قول و فعل خدا تعالیٰ کی رضا کی حصول کے لئے ہو جائے، ہم اپنا محاسبہ کرتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنے والے بن جائیں اور رمضان کی برکات ہمیشہ ہمارے اندر قائم رہیں۔

۱۷جولائی ۲۰۱۵

رمضان کا مہینہ اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے، آج شاید کئی جگہ آخری روزہ ہو، بعض جگہ کل آخری روزہ ہے اور یوں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق گنتی کے چند دن گزر گئے، ہم میں سے بہت سوں نے ان دنوں کے فیض سے فیض اٹھایا ہوگا، بعض کو ان دنوں میں نئے تجربات ہوئے ہونگے، اب یہ دعا اور کوشش ہونی چاہئے کہ یہ فیض اور یہ برکات، یہ نئے روحانی تجربات ہماری زندگیوں کا حصہ بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے والے ہمارے قدم اب یہاں رک نہ جائیں بلکہ ہمیشہ بڑھتے رہنے والے قدم ہوں اور ہر قدم بے شمار قدمات کو سمیٹنے والا قدم ہو۔

یہ آیات جو حضور نے تلاوت فرمائی ہیں، ان میں خدا تعالیٰ نے نماز جمعہ کی ادائیگی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ کہ تقویٰ پہ قائم رہو اور تمام دنیاوی معاملات کو پس پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دل میں پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں رمضان کے جمعوں یا رمضان کے آخری جمعہ میں شامل ہونے کا ارشاد اور حکم نہیں فرمایا بلکہ بلا تخصیص نماز جمعہ کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے، فرمایا کہ ہر جمعہ بہت اہم ہے، اگر تم مومن ہو تو جمعہ کا خاص دن جو اہم دنوں سے بڑھ کر ہے اس میں پنے کاروبار، اپنی تجارتیں، اپنی مصروفیات چھوڑ کر شامل ہو۔ نہ ہی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ نے کہیں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان کا آخری جمعہ بہت اہمیت کا حامل ہے بلکہ تمام جمعوں کو ہی اہم بتایا ہے بلکہ ایک حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانو جمعہ کے دن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے عید بنایا ہے، پس اس روز خاص اہتمام سے نہا دھو کر تیار ہوا کرو، پس یہ اہمیت ہے ہر جمعہ کی جو ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہر جمعہ کو یہ اہتمام کریں کہ تمام مصروفیات کو ترک کریں، تمام کاموں اور کاروباروں سے وقفہ لیں اور مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے آئیں۔ آنحضرت ﷺ نے پانچ نمازیں فرما کر اس طرف بھی توجہ دلادی کہ یہ پانچ نمازیں تم پر فرض ہیں اور ان کو ان تمام لوازمات کے ساتھ ادا کرنا تم پر فرض ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں، اسی طرح جمعہ کی طرف توجہ دلائی کہ جمعہ میں شامل ہو کر جن برکات سے اور امام کے خطبہ سے ہمارے اندر جو نیکی کا احساس پیدا ہوا ہے اس کو اگلے جمعہ تک قائم کرنا ہے، ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے جو باتیں ہوئی ہیں اور اگر یہ ہو گا تو ایک جمعہ سے اگلا جمعہ تمہیں برائیوں سے نجات دے گا،اسی طرح رمضان کی اہمیت بیان فرمائی۔ پس یہ رمضان بھی اور جمعہ بھی اور ہماری عبادتیں بھی ہمیں اس طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہئیں کہ ہم نے جہاں تقویٰ کے پہلے مرحلے میں بدیوں کو مکمل طور پر چھوڑنا ہے وہاں تقویٰ کے اگلے مرحلے پر چلتے ہوئے تمام نیکیوں کو پورے اخلاص سے ادا کرنا ہے، یہ کوئی نیکی نہیں کہ نمازوں کی مثلاً مجھے عادت پڑ گئی اور نماز پڑھنے کے بعد وہیں مسجد میں بیٹھ کر ایک دوسرے کی برائیاں شروع کر دیں یا ایسی باتیں کرنے لگ گئے جن کا نیکیوں سے کوئی تعلق نہیں تو یہ تو تم نے پہلا مرحلہ بھی طے نہیں کیا۔

۲۴جولائی ۲۰۱۵

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: 1908 کے شروع میں حافظ احمد صاحب مرحوم کی دو لڑکیوں کی شادی کی تجویز ہوئی جن میں سے بڑی کا نام زینب اور چھوٹی کا نام کلثوم تھا، زینب کے متعلق اور بھی لوگوں کی خواہش تھی اور ایک رشتہ مصری صاحب سے بھی آیا ہوا تھا جو حضرت مسیح موعودؑ نے ناپسند کی لیکن حسب عادت آپؑ نے زور نہیں دیا، انہی دنوں حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا کہ لا تقتلو زینب یعنی زینب کو ہلاک مت کرو۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک سکھ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کے تایا حضرت مرزا غلام قادر صاحب تو بہت مشہور تھے اور ایک بڑے

عہدے پر فائز تھے لیکن حضرت مسیح موعودؑ غیر معروف تھے، وہ سکھ کہنے لگا کہ میرے والد ایک دفعہ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ سنا ہے کہ آپ کا ایک اور بیٹا بھی ہے، انہوں نے کہا وہ تو سارا دن مسجد میں پڑا رہتا ہے اور قرآن پڑھتا رہتا ہے، مجھے اس کا فکر ہے کہ وہ کھائے گا کہاں سے، تم اسکے پاس جاؤ اور کہو کہ دنیا کا بھی کچھ فکر کرو، میں چاہتا ہوں کہ وہ کوئی نوکری کر لے لیکن جب میں اس کے لئے کسی نوکری کا انتظام کرتا ہوں تو وہ انکار کر دیتا ہے۔

ایک اور صحابی منشی اروڑے خان صاحبؓ کے حضرت مسیح موعودؑ سے عشق کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ کپورتھلہ میں رہتے تھے اور کپورتھلہ کی جماعت کی حضرت مسیح موعودؑ اس قدر تعریف فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے نہیں ایک تحریر بھی لکھ دی تھی جو جماعت نے رکھی ہوئی ہے کہ اس جماعت نے ایسا اخلاص دکھایا ہے کہ یہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے، وہ حضرت مسیح موعودؑ سے بار بار دریافت کرتے کہ حضور کبھی کپورتھلہ تشریف لائیں، آپؑ نے بھی وعدہ کیا ہوا تھا کہ جب موقع ہوا آئیں گے، ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ بغیر اطلاع کئے کپورتھلہ پہنچ گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ دشمنان احمدیت کے ایسے ایسے گندے خطوط میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے نام پڑھے ہیں کہ انہیں پڑھ کر جسم کھولنے لگتا ہے لیکن حضرت مسیح موعودؑ صبر سے کام لیتے تھے، فرماتے ہیں کہ ایسے خطوط اتنی کثرت سے آپؑ کے نام پہنچتے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی کثرت سے میرے نام بھی نہیں آتے، حضرت مسیح موعودؑ کی طرف ہر ہفتے دو تین خط ایسے ضرور پہنچ جاتے تھے اور وہ اتنے گندے اور گالیوں سے پر ہوا کرتے تھے کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔

جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ مردے کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ وہ ہمیں کوئی چیز دے گا، یہ امر صریح ناجائز ہے اور اسلام اسے حرام قرار دیتا ہے، باقی رہا اس کا یہ حصہ کہ ایسے مقامات پر جانے سے رقت پیدا ہوتی ہے یا یہ حصہ کہ انسان ان وعدوں کو یاد دلا کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کئے ہوں، دعا کرے کہ الٰہی ہمارے وجود میں تو ان وعدوں کو پورا فرما، یہ نہ صرف ناجائز نہیں بلکہ روحانی حقیقت ہے اور مومن کا فرض ہے کہ وہ برکت کے ایسے مقامات سے فائدہ اٹھائے۔

مولوی محمد یوسف صاحب درویش قادیان کی 94 سال کی عمر میں وفات۔

۱۳جولائی ۲۰۱۵

پس اگر قرآن کریم پڑھانا ہے تو ایسے طریقے سے پڑھانا چاہئے جس سے شوق اور محبت پیدا ہو، گزشتہ دنوں ایک جاپانی خاتون جو یہاں رہتی ہیں حضرت خلیفۃ المسیح سے ملنے آئیں، انہوں نے کچھ عرصہ پہلے بیعت کی، انہوں نے بتایا کہ تین سال میں انہوں نے قرآن شریف ختم کر لیا ہے اور وہ کچھ سنانا بھی چاہتی تھیں، انہوں نے آیت الکرسی اس طرح ڈوب کر پڑھی کہ حیرت ہوتی تھی، تو اصل چیز یہی ہے کہ قرآن کریم سے ایسی محبت ہو کہ ڈوب کر اسے پڑھا جائے، صرف دکھاوے کے لئے قاریوں کی طرح گلے سے آوازیں نکال لینا تو مقصد نہیں ہے۔ عرب احمدیوں کو اس بات کو سامنے رکھنا چاہئے، ایک بڑی اکثریت اس بات کو سامنے رکھتی ہے لیکن بعض کی طبیعتوں میں ایک فخر کی حالت بھی ہوتی ہے، ایک پاکستانی عورت ایک عرب سے بیاہی ہوئی ہے، وہ بھی اپنی طرف سے حلق سے آواز نکال کر سمجھتی ہے کہ میں نے صحیح تلفظ ادا کر دیا ہے حالانکہ وہ صحیح نہیں ہوتا، اگر اسکی ذات تک ہی بات ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی اور مجھے کہنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن حضور کو پتہ چلا ہے کہ بعض مجالس میں بیٹھ کر استہزاء کے رنگ میں یہ بات ہوتی ہے کہ بعض حروف کی ادائیگی پاکستانیوں کو نہیں آتی، قرآن کریم پڑھنا نہیں آتا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہیدؓ کو دیکھ لو، انہوں نے جب احمدیت قبول کی اور قادیان میں کچھ عرصہ قیام کے بعد کابل واپس گئے تو وہاں کے گورنر نے انہیں بلایا اور کہا توبہ کر لو، انہوں نے کہا میں توبہ کس طرح کروں، جب میں قادیان سے چلا تھا تو اسی وقت میں نے رویا میں دیکھا تھا کہ مجھے ہتھکڑیاں پڑی ہوئی ہیں، پس جب خدا تعالیٰ نے کہا تھا کہ تمہیں اس راہ میں ہتھکڑیاں پہننی پڑیں گی تو اب میں ان ہتھکڑیوں کو اتروانے کی کس طرح کوشش کروں، اب دیکھو انہیں یہ وثوق اور یقین اس لئے حاصل ہوا کیونکہ انہوں نے خود ایک خواب دیکھا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: یہ ایک گروہ تھا جس نے عشق کا ایسا اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا کہ ہماری آنکھیں اب پچھلی جماعتوں کے آگے نیچی نہیں ہو سکتیں، ہماری جماعت کے دوستوں میں کتنی ہی کمزوریاں ہوں، کتنی ہی غفلتیں ہوں لیکن اگر موسیٰؑ کے صحابی ہمیں اپنا نمونہ پیش کریں تو ہم ان کے سامنے اس گروہ کا نمونہ پیش کر سکتے ہیں، اسی طرح عیسیٰؑ کے صحابی اگر قیامت کے دن اپنے اعلیٰ کارنامے پیش کریں تو ہم فخر کے ساتھ اپنے ان صحابہؓ کو پیش کر سکتے ہیں اور یہ جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میری امت اور مہدیؑ کی امت میں کیا فرق ہے تو در حقیقت ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے فرمایا۔

مولوی خورشید احمد صاحب درویش کی 94 سال کی عمر میں وفات۔

تشکر

Thanksgiving

سید شمشاد احمد ناصر، شکاگو، امریکہ

دنیا کے ہر ملک اور کونے میں قومی، مذہبی اور ثقافتی تہوار منائے جاتے ہیں جو اُن کی روایات کو زندہ رکھنے کے لئے بہت ضروری ہوتے ہیں۔ امریکہ میں بھی ایسا ہی رواج ہے بلکہ ایک قومی تہوار کا نام Thanksgiving ہے لوگ اس کا انتظار بھی کرتے ہیں اور اپنے دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کو ملنے کے لئے سفر بھی اختیار کرتے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق قریباً ہر سال ۴۲ ملین لوگ اس قومی تہوار کو منانے کے لئے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو ملنے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں بعض کو کوفت بھی اٹھانی پڑتی ہے مگر جاتے ہیں اور تہوار مناتے ہیں۔

جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ تہوار "شکرانے" کے طور پر منایا جاتا ہے۔ مجھے اس کا پس منظر تو بیان کرنے کی ضرورت نہیں میں اس کے ظاہری الفاظ اور اسلامی تعلیم کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

تو بات شکر کی ہے۔ شکر کرنا ایک بہت بڑا خلق ہے۔ ہمیں سال میں ایک دفعہ نہیں بلکہ ہر سانس پر خدا تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہئے۔ ہر نعمت پر شکر گزار بننا چاہئے، ہر نیکی کے بجالانے پر۔ اور اگر کسی دوسرے نے آپ کے لئے کوئی نیکی کا کام کیا ہے اس کے لئے بھی دل میں شکر گزاری کے جذبات ہونے چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ۔ اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں اپنے انعامات کی مزید بارش تم پر کروں گا۔

آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا کہ اگر تم بندوں کے شکر گزار نہیں بن سکتے تو پھر تم سے خداوند تعالیٰ کی بھی شکر گزاری نہیں ہوگی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں یوں بیان فرمایا ہے کہ "وہ اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا شکر گزار تھا" (النحل ۱۲۲)۔

حضرت نوح کے بارے میں فرمایا "وہ یقیناً شکر گزار بندہ تھا" (بنی اسرائیل ۴)۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ دو نبی ہی شکر گزار تھے۔ آنحضرت ﷺ تمام نبیوں کی صفات اور اخلاق کو اپنے اندر لئے ہوئے تھے اسی لئے تو آپ خاتم النبیین ہوئے۔ یعنی تمام اخلاق کی انتہا آپؐ کی ذات میں پائی جاتیں تھیں۔ گویا کہ ان سب پر آپؐ نے اپنے نمونوں کی مہر لگا دی اور اب یہی نمونے ہیں جو رہتی دنیا تک قائم رہنے والے ہیں۔ پس یہ سب سے بڑی سند ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

پس سال میں ایک دفعہ اس ملک میں رہنے والوں کو جو شکر گزاری کا موقع ملتا ہے اس پر بھی شکر لازم ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اس دن وہ نیکیاں بجا لانی چاہئیں جو عام دنوں میں کرنی مشکل ہیں یا جن کا عام دنوں میں بجالانے کے لئے وقت نہیں ملتا۔ تو اس وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئی ان نیکیوں کو بجالانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مثلاً نماز باجماعت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عام دنوں میں اپنے روزگار کی وجہ سے انسان باقاعدگی سے مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے کے قابل نہ ہوتا ہو مگر ان Thanksgiving کی چند چھٹیوں میں باقاعدگی سے یہ کام کریں۔ نماز تہجد ادا کریں۔ نماز فجر مسجد میں جا کر ادا کریں۔ باقی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت ادا کریں۔

پھر مریضوں کی عیادت ہے۔ بیمار لوگوں کے گھروں میں جائیں انہیں اس سے خوشی ہوگی پھر قبرستان جا کر اپنے عزیزوں کی قبروں پر جا کر دعا کا تحفہ دیں۔ کسی حاجت مند کے کام آئیں۔ کسی کا سودا سلف لا دیں۔ کسی فوجی یا مجاہد کے گھر جا کر اس کی غیر حاضری میں اس کے بچوں کی دیکھ بھال اور سودا سلف کی ضرورت کو پورا کریں۔ کسی غریب کے گھر جا کر دیکھیں انکو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ وغیرہ۔ جب آپ سوچیں گے تو سو ایسے امور نکل آئیں گے جن کے بجالانے سے آپ کو بھی خوشی ہوگی اور جس کے کام آپ نے کئے ہوں گے انہیں بھی خوشی اور مسرت ملے گی۔

Thanksgiving صرف یہی نہیں ہونی چاہئے کہ صرف اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیا۔ یا سارا دن سوتے رہے، یا گپیں ہانکتے رہے نہ نماز کا خیال نہ قرآن کا۔ یہ تو شکرانے کا کوئی طریق نہیں ہے۔

آیئے ہم آنحضرت ﷺ کے اسوہ مبارک کو دیکھتے ہیں کہ نعماء کے ملنے پر آپ کس طرح اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بنتے تھے۔

قرآن کریم میں ویسے بھی شکر گزاری کے لئے ایک عمدہ نسخہ بیان ہوا ہے کہ کس طرح شکر گزاری کرنی چاہئے۔ فرماتا ہے: بَلِ اللّٰہَ فَاعۡبُدۡ وَ کُنۡ مِّنَ

الشَّاكِرِيْنَ، کہ خدا کی عبادت کرو اس طرح تم اس کے شکر گزار بندوں میں شمار کئے جاؤ گے۔ گویا عبادت ہی عبادت ہے۔ اور عبادت کے ایک اہم معانی نماز باجماعت کے قیام کے ہیں اور دوسرے معانی یہ ہیں کہ انسان ہر حالت میں خدا کو مقدم رکھے اور ہر کام جس کے کرنے کا رب العزت نے حکم دیا ہے، بجالائے وہ اسکی عبادت ہی شمار ہو گا۔

آپ ﷺ ہر لحہ اور ہر وقت اس کوشش اور اس تلاش میں رہتے تھے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے چنانچہ آپ اس کے لئے دعا بھی فرماتے تھے۔

"اے میرے اللہ تو مجھے اپنا شکر بجا لانے والا اور بکثرت ذکر کرنے والا بنا دے" اَللّٰھُم اجعلنی لک شاکراً ذاکرا۔ (ابوداؤد کتاب الوتر)

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ جب بھی کوئی چیز کھاتے یا پیتے تو اس کے بعد یوں شکر ادا کیا کرتے تھے: "سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا"۔ (ابوداؤد کتاب الاطعمہ) اور کھانے میں یہ بھی نہیں کہ کوئی بڑے اعلیٰ مرغن قسم کے کھانے کھایا کرتے تھے، بلکہ نہایت سادہ غذا تھی اور بڑے شکر کے جذبے سے ہر چیز کھاتے تھے۔ اور اکثر تو یہ ہوتا تھا کہ سرکہ سے یا پانی کے ساتھ ہی روٹی تناول فرمالیا کرتے تھے اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ادا کیا کرتے تھے۔

آپؐ جب نیا کپڑا پہنتے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور ان کپڑوں کے بد اثرات سے بچنے کی دعا مانگتے۔ بعض دفعہ کپڑوں کے میٹریل سے انسان کو الرجی بھی ہو جاتی ہے تو آپ نے کپڑے کے بد اثرات سے بچنے کی دعا بھی کی اور سکھائی۔ بعض اوقات لوگ اعلیٰ قسم کے جوڑے اور سوٹ سلواتے ہیں آپ نے امت کو سبق سکھانے کے لئے دعا کی کہ اس کے شر سے بھی محفوظ رکھنا کہ کسی قسم کا تکبر بھی پیدا نہ ہو۔

سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت بھی دعا کرتے۔ غرضیکہ زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہ تھا جس میں آپؐ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھتے ہوئے دعا نہ مانگتے ہوں۔ حتّٰی کہ رفع حاجت کے لئے جاتے وقت بھی اور واپسی پر بھی شکر کے جذبات ہوتے۔ پھر جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ آپؐ سب سے بڑے عبد کامل تھے۔ خدا تعالیٰ کی عبادت میں آپؐ نے اپنی زندگی کا ہر لحہ بسر کیا اور اس آیت کریمہ کے حقیقی مصداق بنے۔ کہ اے رسول "تو کہہ دے یقیناً میری نماز میری ہر قسم کی قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہے"۔

نماز تہجد میں اتنی دیر کھڑے ہوتے کہ کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو استفسار کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کے سارے گناہ بخشے گئے ہیں۔ پہلے بھی اور بعد کے بھی۔ تو اب بھی اتنا لمبا قیام فرماتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں خدا کا عبد شکور نہ بنوں جس نے مجھ پر اتنا احسان کیا ہے۔ کیا میں اس کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے کھڑا نہ ہوا کروں۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الفتح)۔

حضرت عائشہ ہی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ ایک رات میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر لیٹے۔ پھر آپ نے فرمایا اے عائشہ کیا آج کی رات تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ اپنے ربّ کی عبادت کر لوں۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے تو آپ کی خواہش کا احترام ہے اور آپ کا قرب پسند ہے۔ میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ تب آپ اٹھے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز میں اس قدر روئے کہ آنسو آپ کے سینہ پر گرنے لگے پھر فجر کی نماز کے لئے حضرت بلالؓ آئے انہوں نے بھی آپؐ کو گریہ وزاری کرتے دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اتنا کیوں روتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ آپ کے گزشتہ اور آیندہ ہونے والے سب گناہ بخش چکا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں"۔

تاریخ میں ہمیں آپؐ کی احسان مندی اور شکر گزاری کی ایک اور اعلیٰ مثال یوں ملتی ہے کہ جب مسلمانوں پر مکہ میں طرح طرح کے مصائب ڈھائے گئے تو انہوں نے خدا تعالیٰ کے اذن سے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مسلمان ادھر چلے گئے اس وقت شاہ حبشہ نے ان کو اپنے ملک میں پناہ دی۔ رسول کریم ﷺ نے بادشاہ نجاشی کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھا اور ہر موقعہ پر آپ نے اس احسان کی شکر گزاری کا اظہار اپنے عمل سے، اپنے قول سے، یا اپنی باتوں سے کیا۔ چنانچہ جب نجاشی کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول کریم ﷺ ان کے استقبال کے لئے خود کھڑے ہوئے اور آپؐ کے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کافی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ ہمارے ساتھیوں کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آئے تھے۔ بڑی عزت کی تھی اور ان کو اپنے پاس رکھا تھا تو میں پسند کرتا ہوں کہ ان کے اس احسان کا بدلہ خود اتاروں۔" (السیرۃ الحلبیہ)

پھر ایک اور خادم کی خدمت پر اس کو دعا دینے کا واقعہ یوں ملتا ہے۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ بیت الخلا گئے تو میں نے آپؐ کے لئے پانی رکھا آپؐ نے پوچھا یہ کس نے رکھا ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ ابن

عباس نے۔ تو آپؐ نے ان کے لئے دعا کی کہ "اے اللہ۔ اس کو دین میں سمجھ بوجھ عطا کر" !دیکھیں تھوڑی سی خدمت پر آپ نے کتنی جامع دعا دی۔

جب کبھی آپ کو خوشی کی خبر ملتی تو بھی خدا کا شکر ادا فرماتے اور دعا کرتے کہ تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس کی نعمت سے تمام نیکیاں کمال کو پہنچتی ہیں اور جب کوئی ایسا معاملہ پیش آتا جسے آپؐ ناپسند فرماتے تو دعا کرتے "میں ہر حال میں اللہ کی حمد کرتا ہوں" (کنزل العمال)

چھوٹی سے چھوٹی نعمت پر بھی اللہ کا شکر اور تعریف اور حمد فرماتے۔ حضرت انس بن مالک کی روایت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب کبھی کوئی بندہ کھانے کا لقمہ کھائے تو اس پر اللہ کی حمد بیان کرے اور جب پانی کا گھونٹ پئے تب بھی اس پر اللہ کی حمد بیان کرے، یعنی چھوٹی سے چھوٹی نعمت پر بھی اللہ کی حمد اور شکر کرنا چاہیے اور یہی شکر کے جذبات آپ اپنی امت کے ہر فرد میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا۔ اے معاذ بخدا میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اے معاذ میری تمہیں یہ نصیحت ہے کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرنا کبھی نہ بھولنا کہ اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ" (ابو داؤد کتاب الوتر) اے اللہ مجھے توفیق بخش کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر کروں اور احسن رنگ میں تیری عبادت کروں۔

آپؐ نے یہ بھی نصیحت فرمائی جو چھوٹی بات پر شکر ادا نہیں کرتا وہ بڑی نعمت پر بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اور جو بندوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ اور نعماء الٰہیہ کا ذکر کرتے رہنا شکر گزاری ہے (خطبات مسرور جلد سوم)۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی رنگ میں شکر گزار بندہ بنائے آمین۔ یہی Thanksgiving ڈے ہو گا۔

قرآن کریم کی چار عظیم الشان آیات کا مختصر تعارف

لطف الرحمٰن محمود

قرآن کریم کا متن جو چھ ہزار سے زائد آیات پر مشتمل ہے، تقریباً تئیس سال کے عرصہ میں حضرت نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا۔ ہر ایک آیت کا نزول حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے وابستہ ہے۔ اس حوالے سے ہر ایک آیت نہایت اہم متبرک اور مقدس ہے۔ ان میں سے چار آیات ایسی ہیں جن میں حضور ﷺ کا اسم گرامی "محمد" موجود ہے۔ ایک آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام "احمد" مذکور ہے۔ نوٹ فرمالیجئے کہ درج ذیل چار آیتوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام "محمد" موجود ہے۔ اس حوالے سے یہ چار آیات باقی آیاتِ قرآنی سے ممتاز ہیں:

سورۃ آل عمران کی آیت 145

سورۃ الاحزاب آیت 41

سورۃ محمد آیت 3

اور سورۃ الفتح کی آخری آیت یعنی نمبر 30

آج کی نشست میں ان آیاتِ کریمہ کا مختصر تفسیری تعارف پیش خدمت ہے:

سورۃ آل عمران کی آیت 145

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝

یہ قرآن کریم کی ایک جلالی آیت ہے۔ اس کا پُر شوکت مگر سادہ پیغام بالکل واضح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان اور جلیل القدر رسول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسانِ عظیم ہے کہ اہل ایمان نے اُن سے دین سیکھا۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کو پہچانا۔ توحید حقیقی کی معرفت حاصل کی۔ محبتِ الٰہی کے قرینے اور سلیقے سیکھے اور اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ حضورؐ کی بعثت سے قبل بھی نبی اور رسولؐ آئے اور اپنا اپنا مشن مکمل کرکے وفات پاگئے۔ حضورؐ بھی بشر ہیں اور اپنی عظمت اور کمال و جلال کے باوجود فانی ہستی ہیں۔ یہاں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاجائیں یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوجائیں تو ان حوادث کے رُونما ہونے کے بعد، کیا دعویٰ دارانِ ایمان، دینِ اسلام سے مُرتد ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تعلقاتِ عبودیت منقطع کرلیں گے؟ اس آیت میں یہ پیغام موجود ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اس آیت سے ایک تاریخی شہادت بھی وابستہ ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقالِ پُرملال کی خبر سُن کر حضرت عمرؓ تلوار سونت کر کھڑے ہوگئے اور اعلان کردیا کہ جو کوئی کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے، مَیں اُس کا سر قلم کردوں گا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ وہاں تشریف لائے اور جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا کہ جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ حضورؐ وفات پاگئے ہیں لیکن جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اُسے بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ حیّ و قیوم لایموت ہے۔ وہ زندہ ہے اور ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ اس موقع پر حضرت صدیقِ اکبرؓ نے اسی آیت کی تلاوت کی جسے سُن کر حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے تلوار چُھوٹ گئی اور وہ وفورِ غم میں لڑکھڑا کر گر پڑے۔ اس آیت کی عظمت و شوکت ملاحظہ فرمایئے۔ اس آیت میں حضورؐ کی بشریت کا واضح اعلان موجود ہے۔ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں نے اپنے ہادیوں، رشیوں، نبیوں اور رسولوں کو تختِ الوہیت پر بٹھا دیا۔ کرشن، رام چندر، عیسیٰؑ بن مریم، اور عُزیرؑ کی مثالیں موجود ہیں۔ مگر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل درسِ توحید کا فیض ہے کوئی مسلمان حضرت نبی کریم ﷺ کو نہ ابن اللہ کہتا ہے نہ الٰہ مانتا ہے۔ ان کا ایمان ہے کہ حضورؐ بشر ہیں اور اللہ کے رسول ہیں۔

سورۃ الاحزاب کی آیت 41

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا ۝

ترجمہ از خلیفۃ المسیح الرابعؒ:

محمد تمہارے (جیسے) مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قاسم، طیب (طاہر) اور ابراہیم وغیرہ فرزندانِ گرامی بھی عطا فرمائے تھے مگر وہ سب عہدِ طفولیت میں انتقال کرگئے۔ پھر زید بن حارثہ کو مکہ میں مروّجہ قانون اور دستور کے مطابق حضورؐ نے

مُنہ بولا بیٹا بھی قرار دیا مگر بعد میں شریعتِ قرآن نے متبنّٰی بنانے کی رسم کا بھی خاتمہ کردیا۔ اس آیت میں جسمانی اور نسلی اُبُوّت کا انکار کیا گیا ہے مگر رسول اور خاتم النبیّین کے خطاب سے نواز کر روحانی اُبُوّت کا اعلان موجود ہے۔ اگر سورۃ الکوثر کے وعدہ کو پیشِ نظر رکھا جائے، نیز اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور اُمّتِ مرحومہ کے مجموعی درود کو بھی شمار کرلیا جائے تو روحانی ابوّت کی عظمت، وسعت اور شوکت کا کسی حد تک ادراک ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "رؤف اور رحیم" بھی قرار دیا ہے جو اسمائے الٰہیہ ہیں۔ نیز حضور کی ازواج کو "اُمّہات المؤمنین" کا مقام بخشا گیا ہے۔

کم نظر کُفّارِ مکّہ یہ خیال کرکے ایک لحاظ سے مطمئن ہوجاتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد موجود نہیں۔ حضورؐ کی وفات کے بعد نعوذ باللہ کوئی نام لیوا باقی نہ رہے گا اور اسلام رفتہ رفتہ معدوم ہوجائے گا۔ نادانوں کو خبر نہ تھی کہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی کا الٰہی نوشتہ جریدۂ عالم پر ثبت ہے۔ خدائے قادروقیوم نے یہ تاریخ ایک لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ دُہرائی ہے۔ پھر قُدرت نے اُنہیں یہ نظارہ بھی دکھایا کہ عکرمہؓ، خالدؓ بن ولید، اور عمرو بن العاص اور بہت سے اور قریشی نوجوان حضورؐ کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوگئے اور دین کی سربلندی کے لئے اپنی جانیں تک قربان کرنے کے لئے تیار۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو یہ خوشخبری بھی عطا فرمائی کہ امتِ محمدیہؐ میں مجدّدین اور اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے اور اسلام کے احیاء اور استحکام کے لئے امام مہدی اور مُجدّدِ اعظم، مثیل مسیح ابن مریم کے طور پر مبعوث ہوں گے اور خلافت راشدہ کی طرح ایک بار پھر خلافت علیٰ منہاج النبوت کا قیام بھی عمل میں آئے گا جس کے استحکام اور دوام کا وعدہ بھی شاملِ حال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی ابوّت صرف عربوں تک محدود نہیں۔ اکناف عالم کے اسود و احمر سب اہل ایمان اس میں شامل ہیں۔ 5ہجری میں مدینہ پر احزاب کے متوقع حملہ (جنگِ خندق) کے موقع پر جب حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے مدینہ میں خندق کھودی گئی تو انصار اور مہاجرین ہردوجماعتوں کی خواہش تھی کہ اس خیال کے مُحرّک سلمان فارسیؓ ان میں شمار ہوں۔ اُس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ محبت وتحسین فرمایا کہ سلمان نہ انصار سے ہیں نہ مہاجرین سے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "اہل" میں سے ہیں۔ غور فرمائیے کہ ارضِ فارس کا غریب الوطن کس طرح کاشانہء نبویؐ کا چراغ بن گیا جس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو رجل فارس یا ابنائے فارس کی بشارت سے نوازا۔ فیضان نبوت کی ایسی ہی برکات وحسنات کا بحرِ ذخّار الٰہی جماعت میں بفضلہٖ تعالیٰ رواں دواں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر پر غور فرمائیے ۔

این چشمہ ءرواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

سورۃ الاحزاب کی مذکورہ بالا آیت کریمہ کا اختتام اللہ تعالیٰ کی صفتِ "علیم" پر ہوا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی کبھار انبیاء، صلحاء اور اولیاء کی اولاد ابتلا کا باعث بھی بن جاتی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمانؑ کا ذکر موجود ہے۔ باپ، نبی اور بادشاہ۔ باپ کی طرح یہ بھی چالیس سال تک بادشاہ رہے۔ سارا مشرقِ وسطیٰ زیرِ نگیں ہے۔ کئی ازواج حرم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد سے بھی نوازا۔ بالفاظِ دیگر آپ بہت سے "رجال" کے باپ کہلائے۔

حضرت سلیمانؑ کے بعد اُن کا بیٹا Rehoboam 1931ء قبل مسیح میں تخت نشین ہوا لیکن اُس نے باپ دادا کی عظیم سلطنت کو دولخت کردیا۔ اسرائیل کے بعض قبائل نے بغاوت کردی اور رفتہ رفتہ سلطنت کمزور ہوگئی۔ دشمن ہمسایہ قوموں نے حملے کئے حتّٰی کہ وہ وقت بھی آیا کہ ہیکل سلیمانی کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ ان عبرتناک تفاصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے کتاب The Bible Atlas مرتبہ Barry J. Beitzel ناشر Global Book Publishing ایڈیشن 2013ء صفحات 146-149۔

سورۃ محمد کی آیت 3

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا، اور وہی ان کے ربّ کی طرف سے کامل سچائی ہے، اُن کے عیوب کو وہ دور کردے گا اور ان کا حال درست کردے گا۔

اس قرآنی سورۃ کا دوسرا نام سورۃ "قتال" ہے۔ اس سورۃ میں مسلمانوں کو کُفّار کی جارحیت کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے نیز عسکری جدّوجہد میں مسلمانوں کو کامیابی کی کلید سے آگاہ کیا گیا ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قتال کرنا یعنی میدان جنگ میں اُترنا۔ لڑائی محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہو نہ کہ مالِ غنیمت یا کشور کُشائی کے مقصد و مدعا کے پیش نظر۔ اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یعنی قرآن کریم اُس پر صدقِ دل سے ایمان

لائیں۔ ایسے ایمان ویقین کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کی خامیاں اور کمزوریاں دُور کر دے گا اور اُن کے سارے کاموں اور منصوبوں میں برکت ڈالی جائے گی اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب وکامران ہوں گے۔ اُس سرزمینِ عرب میں کُفّار یہ مطالبہ کرتے نہیں تھکتے تھے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے آسمان پر جایئے اور وہاں سے کتاب لایئے۔ جسے ہم پڑھ سکیں۔ اس کے برعکس صحابہ کرامؓ کی سعادت مندی ملاحظہ کیجئے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام دعاوی پر کامل یقین ہے اور حضورؐ پر نازل ہونے والی وحی کو من جانب اللہ سمجھتے ہیں اور ان کے قلوب واذہان اس نُور سے منوّر ہیں۔ اس ایمان نے ان کی کایاپلٹ دی۔ اور وہ قوموں کے استاد بن گئے۔ دنیا میں قوموں کے عروج اور ترقی کی داستانیں تاریخ کا حصہ ہیں۔ یہ مثال تاریخ اسلام کی ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ 622ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رفیقِ سفر' ابوبکرؓ کے ساتھ غاروں میں چُھپتے چُھپاتے مکّہ سے مدینہ پہنچے اور صرف ایک سو سال بعد 722ء تک اُن کے نام لیواؤں نے سپین سے کاشغر تک توحید کا پرچم لہرادیا!! ایک صدی کے اندر اندر' ایسا عظیم انقلاب کسی اور مذہب یا دین نے برپا نہیں کیا۔

سورۃ الفتح کی آخری آیت

"حُدیبیہ "مکہ معظمہ سے تقریباً 9 میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اب اس کا نیا نام "شمیسی" ہے۔ چند سال قبل رات کے وقت عاجز کو وہاں سے گزرنے کا موقع ملا۔ یہ شہر روشنیوں کی وجہ سے جگمگ کر رہا تھا۔ تاریخ اسلام میں اس مقام کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ٹیکسی رُکوا کر وہاں درود پڑھا اور بیعتِ رضوان میں شامل ہونے والے 1400 صحابہ کرام کے لئے دردِ دل سے دعا کی توفیق ملی۔ دیر تک چشمِ تصوّر میں اس ایمان افروز منظر کی خاکہ کشی کر تا رہا!

"صلح حدیبیہ" کے نام سے ایک معاہدۂ امن اُس مقام کی یادگار ہے۔ مؤرخین متفق ہیں کہ یہاں سے مدینہ منورہ واپسی کے سفر کے دوران، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کے وقت سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سُورت کے بارے میں صحابہ کرام کو بتایا "یہ سورت مجھے دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔" (سیرت خاتم النبیینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 770)۔ چونکہ صلح حدیبیہ ہی فتح مکہ کی پیش خیمہ بن گئی تھی اس لئے بہت سے صحابہ کرامؓ صلح حدیبیہ ہی کو "فتح مکّہ" قرار دیتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے صلح حدیبیہ کی اہمیت درج ذیل الفاظ میں واضح کی ہے:

"اسلام کی اصل طاقت صلح میں ہے نہ کہ جنگ میں" (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 748، ایڈیشن 2004ء ناشر نظارت نشرواشاعت قادیان)

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضرت نبی کریم ﷺ اور حضورؐ کے صحابہ کرام کی بعض ایسی علامات اور خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے جن کے اشارات تورات اور انجیل میں درج کئے گئے ہیں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ ۚۖۛ وَ مَثَلُہُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۚ۟ کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِہٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِہِمُ الۡکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ۝

اس آیتِ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔ یہ اُن کی مثال ہے جو تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے جو اپنی کونپل نکالے پھر اُسے مضبوط کرے پھر وہ موٹی ہو جائے اور اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو جائے، کاشتکاروں کو خوش کر دے تا کہ ان کی وجہ سے کفار کو غیظ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے اُن سے، جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے، مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

سابقہ الہامی مذاہب کی کتابوں میں ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی پیشگوئیوں کا مقصد ومدعا یہی تھا کہ حضورؐ کے ظہور کے بعد' انہیں اس سچائی کو شناخت اور قبول کرنے میں آسانی ہو۔ ان ادیان سے تعلق رکھنے والی سعید رُوحوں کو توفیق ارزانی بھی ہوتی رہی مگر ایسے لوگ بھی کم نہ تھے جو سچائی قبول کرنے سے محروم رہ گئے بلکہ دشمنی اور مخاصمت پر کمر باندھ کر اپنی عاقبت تباہ کر لی۔ قبولِ حق کی سعادت سے بہرہ مند ہونے یا سچائی کے نُور کو منہ کی پھونکوں سے بجھانے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ آسمانی رُوحیں اب بھی شیطانی قوتوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ خدا کرے ہماری آنے والی نسلوں کو حق وصداقت سے وابستہ رہنے کی توفیق ملے۔ آمین۔

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

صادق باجوہ، میری لینڈ

دِکھلائی دی جو آگ وہ شُعلۂ طور تھا
پَرتَو وہ اِک جمالِ محمدؐ کا نور تھا

دل میں تڑپ کہ جان لے خالق کو یہ جہاں
محوِ دُعا حرا میں خدا کے حضور تھا

اِک وحشیانہ طرزِ رہائش تھا قوم کا
گھُٹی میں جس کی ظلم و ستم کا فتور تھا

شفقت تھی مصطفیٰؐ کی دعا کا تھا دَر کھلا
دل اُس کا دشمنوں کے دُکھوں سے بھی چُور تھا

بطحا سے کائنات پر جب ضَو فِشاں ہوا
روشن وہ سر سے پا تھا خدا کا ظہور تھا

جلووں کی معجزات کی کثرت تھی ہر گھڑی
وہ فخرِ انبیاءؑ ہوا صد رشکِ طُور تھا

ہر وقت معجزے سے خدا نے بچا لیا
دشمن تو غارِ ثور تک پہنچا ضرور تھا

طائف کے حادثے پہ عدو غور تو کرے
لت پت لہو سے، جسم بھی زخموں سے چُور تھا

تھرّا اُٹھی زمیں، فلک حیرت زدہ ہوا
ہونا ضرور قہر و غضب کا ظہور تھا

لیکن دعائے مغفرت سے ٹَل گیا عذاب
اس قوم کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

خلقِ خدا پہ جس نے روا ظلم کو کیا
محبوبِ کبریاؐ کی نگاہوں سے دور تھا

محروم تھا جو رحمتِ عالَمؐ کے فیض سے
اُس بد نصیب شخص کا اپنا قصور تھا
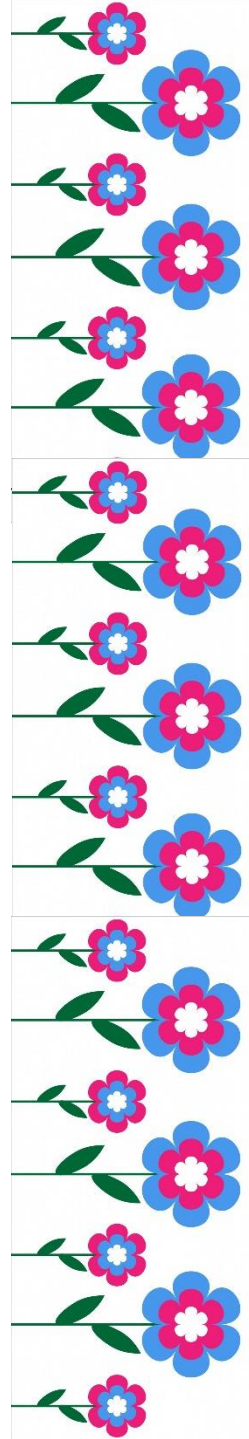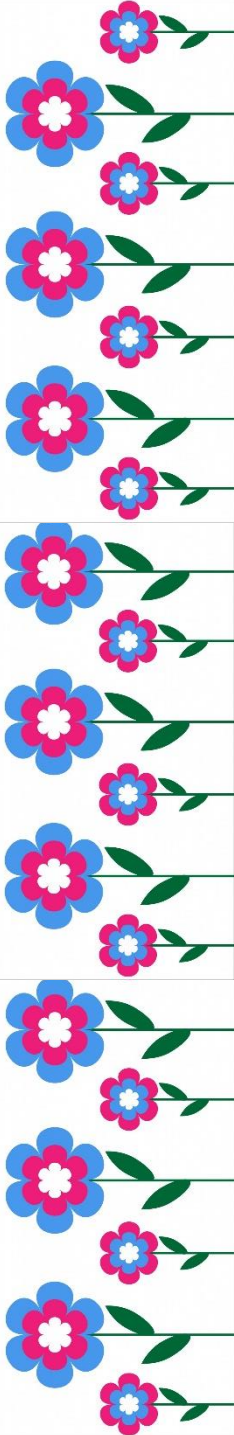
صفات باری کے مظہر اتم ﷺ کی عظیم الشان روحانی تجلیات

فضیل عیاض احمد-(شاہد)مربی سلسلہ احمدیہ ایم ٹی اے پاکستان

سید الانبیاء، سید الاصفیاء، ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے جو عظیم الشان روحانی مقام عطا فرمائے ان میں سے ایک مقام آپ کا صفات باری کا مظہر اتم ہونے کا بھی ہے جو تمام روحانی مقامات کی معراج اور انتہاء ہے یہ وہ عظیم الشان مقام ہے جس پر آپ کا فائز ہونا درحقیقت آپ کو روحانی اعتبار سے تمام بنی نوع انسان میں اعلیٰ ترین مقام پر فائز کرتا ہے۔ اور یہی وہ مقام محمود ہے جس پر آپ کو فائز کیا گیا ہے اور یہی وہ مقام محمدیت ہے جو آپ کی روحانی زندگی اور قوت قدسیہ کے جاری و ساری ہونے کا مظہر ہے۔ اور تمام انبیا اسی مقام کے فیض سے مستفیض ہیں۔ قرآن کریم پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے وجود کے اندر خدا تعالیٰ اس عظیم الشان رنگ میں جلوہ افروز ہوا کہ آپ کا وجود اس کی تخت گاہ بن گیا اور آپ کا دل اس کے نور کا امین ٹھہرا۔ اور آپ کا سینہ اس طاقچے کی مانند ہو گیا جس سے خدا تعالیٰ کے نور کی تجلیات بنی نوع انسان پر ضو فشاں ہوئیں۔ اور ان کو روشن کر دیا اور جو فرد بنی نوع بھی اس نور کے سامنے آیا وہ بھی روشن ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ ہم حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کی عظمت کے بارے میں کوئی بات کریں' ایک لمحے کو رک کر اس زمانے کی حالت کا جائزہ لینا ضروری سمجھتے ہیں جس میں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔

ہمارے پیارے آقا و مولیٰ حبیب رب الوریٰ سید الاصفیاء والاحیاء حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے وحشت خیز معاشرے میں پیدا ہوئے۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں انسانی قدریں ناپید اور اخلاق حسنہ معدوم تھے۔ جہاں انسان کی عزت کا معیار اس کا خاندان اور اس کی دولت تھی جہاں مرد اور عورت میں بے حد تفاوت تھا جہاں عورت ایک جنس کی طرح سمجھی جاتی تھی اور باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیویاں اس کے ورثاء میں ترکے کی طرح بانٹی جاتی تھیں جہاں غلامی عام تھی اور غلاموں کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ بت پرستی ان کا مذہب اور توہم پرستی ان کے ایمان کا حصہ تھی۔ معمولی باتوں پر آمادۂ جنگ ہو جانا معمول کی بات تھی اور بے سوچے سمجھے حملہ کرنا ان کی فطرت تھی۔ گویا پوری کی پوری قوم قعر مذلت میں گر کر حقیر گوبر کی طرح ہو چکی تھی۔ جو مذاہب گرد اگرد موجود تھے وہ اپنے مذہبی جھگڑوں میں اس طرح الجھے تھے کہ انسان کی اخلاقی قدروں کو اجاگر کرنے کی بجائے وہ بھی اخلاقی گراوٹ کا شکار تھے اور مذہب ایک تسلسل کے ساتھ انحطاط کا شکار تھا عیسائیت اور یہودیت موجود تو تھی لیکن اپنی ادنیٰ ترین شکل میں تھی چنانچہ James Bruce لکھتا ہے

"Their lies, their legends, their saints and their miracles, but above all, the abandoned behavior of their priesthood, had brought their characters in Arabia almost as low as that of detested Jew, and had they been considered in their true light, they had been still lower.

(*An Interesting Narratives of The Travels of James Bruce into Abyssinia to Discover the Source Of The Nile, page 111 Printed by Samuel Etheridge for Alexander Thomas and George Meriam*)

ترجمہ: ان کے جھوٹ، ان کے قصے، ان کے اولیاء دین اور معجزات لیکن سب سے بڑھ کر ان کے ائمہ دین کے شتر بے مہار ہونے کی وجہ سے ان کے کردار کی گراوٹ یہود کی شکست خوردہ ابتری کے قریب تھی بلکہ اگر ان لوگوں کے اصل کردار کو دیکھا جاتا تو وہ ان یہود سے بھی زیادہ گرا ہوا تھا۔

اس دور کو قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الروم 42)

کہ خشکی اور تری دونوں ہی فساد کا شکار ہو چکے تھے گویا مذہبی اور دنیاوی قیادتیں دونوں ہی فساد کا مرکز بن چکی تھیں کیا یہودیت اور کیا عیسائیت دونوں غلط عقائد کا شکار ہو کر اپنے رب کو بھول کر شرک کی بھول بھلیوں میں کھو رہے تھے

معروف عیسائی مؤرخ اور فلاسفر J.H. Denison لکھتا ہے

"In the fifth and sixth centuries the civilized world stood on the verge of a chaos. The old emotional cultures that had made civilization possible, since they had given to men a sense of unity and of reverence for their rulers, had broken down, and nothing had been found adequate to take their place...

"It seemed then the great civilization which it had taken four thousand years to construct was on the verge of disintegration, and that mankind was likely to return to that condition of barbarism where every tribe and sect was against the next, and law and order was unknown... The old tribal sanctions had lost their power... The new sanctions created by Christianity were working division and destruction instead of unity and order. It was a time fraught with tragedy. Civilization, like a gigantic tree whose foliage had overarched the world and whose branches had borne the golden fruits of art and science and literature, stood tottering... rotted to the core. Was there any emotional culture that could be brought in to gather mankind once more into unity and to save civilization- It was among these people that the man (Muhammad) was born who was to unite the whole known world of the East and South."

J. H. Denison: Emotion as the Basis of Civilization, London, 1928, pp. 265, 269.

پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں مہذب دنیا شکست وریخت کے کنارے پر کھڑی تھی۔ قدیم زمانہ کی باہمی عاطفت پر مبنی ثقافتیں جنھوں نے اس تمدن کو ممکن بنا رکھا تھا، اور انسان کو باہم اکٹھے رہنے کا احساس اور اپنے حکمرانوں کے احترام کا درس دیا، انتشار کا شکار ہو چکی تھیں اور ان کی جگہ لینے کے لئے کوئی مناسب نظام میسر نہ تھا۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ عظیم تہذیب جس کے پنپنے میں چار ہزار سال سے زائد عرصہ صرف ہوا تھا اب شکست وریخت سے دوچار ہونے کو تھی اور نوع انسانی بربریت کی اس حالت کو لوٹنے والی تھی جہاں ہر قبیلہ اور ہر گروہ دوسرے سے برسرپیکار تھا اور قانون اور نظام عنقا تھا۔ پرانا قبائلی نظام دم توڑ چکا تھا اور عیسائیت کی طرف سے بنائے گئے نئے اصول وضوابط انسانوں کے درمیان اتحاد اور نظام کے قیام کی بجائے تقسیم اور تباہی کا کام انجام دے رہے تھے۔ یہ ایک پر آشوب دور تھا۔ تہذیب انسانی کا وہ عظیم درخت جس کے پتوں نے تمام دنیا پر سایہ کیا تھا اور جس کی شاخوں پر سائنس' فنون لطیفہ اور ادب کے سنہرے پھل لگے تھے سر تا پا سڑ چکا تھا اور گرنے کو تھا۔ کیا کوئی پر عاطفت تہذیب ایسی موجود تھی جو اس موقعہ پر انسانیت کو متحد کرنے اور تمدن کو بچانے کے لئے دنیا میں لائی جا سکے؟ ۔ہاں تھی اور یہ وہ لوگ تھے جن کے درمیان انسان کامل محمد عربی ﷺ نے جنم لیا اور جنہوں نے دنیا کو ایک سرے سے دوسرے تک متحد کرنا تھا۔

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن میں لکھا کہ

Alike moral and religious corruption was to be found among the Christians and the Jews who, for ages had established themselves in the Arabian Peninsula, and had there formed very powerful parties. The Jews had come to seek in that land of liberty an asylum from the persecution of the Romans ; the Christians also fled thither in order to escape the massacres occasioned by the Nestorian Eutychianism* and Arian discussions. It is not easy to conceive of anything more deplorable than the condition of Christianity at this time. The scattered branches of the Christian Church in Asia and Africa were at variance with each other, and had adopted the wildest heresies and superstitions. They were engaged in perpetual controversies and torn to pieces by the disputes of the Arians, Sabellians, Nestorians, and Eutychians, whilst the simony, the incontinence, the general barbarism and ignorance which were to be found

amongst the clergy caused great scandal to the Christian religion, and introduced universal profligacy of manners among the people. In Arabia the deserts swarmed with ignorant and infatuated Cenobites, or recluses, wasting their lives in vain but fiery speculations, and then rushing, often armed, in mobs into the cities, preaching their fantasies in the churches, and enforcing assent to them by the sword. The grossest idolatry had usurped the place of the simple worship instituted by Jesus –that of an all-wise, almighty, and all-beneficent Being, without equal and without similitude; a new Olympus had been imagined, peopled with a crowd of martyrs, saints, and angels, in lieu of the ancient gods of paganism.

(An apology for Mohammad and The Koran by John Davenport page-2-3, Printed by Dryden Press J.Davy & Sons 137 Long Acre London 1882)

(محمد مصطفیٰؐ کی بعثت کے وقت) اسی طرح کی اخلاقی اور دینی گراوٹ ان یہود اور نصاریٰ میں پائی جاتی تھی جو لمبا عرصہ سے جزیرہ نما عرب میں رہائش پذیر تھے۔اور ایک طاقتور اور مضبوط گروہ کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔یہود تو اس آزاد سرزمین میں رومی ایذاؤں سے پناہ حاصل کرنے آئے تھے جبکہ نصاریٰ، اور نسطوری اور اطاخی مباحث کی وجہ برپا ہونے والے قتل عام سے بچنے کے لئے اس طرف بھاگ آئے تھے اس وقت عیسائیوں کی حالت کی ابتری سوچ سے باہر ہے۔افریقہ اور ایشیا کی مسیحی شاخیں باہر بر سرپیکار تھیں اور ان میں خطرناک توہمات اور ملحدانہ عقائد جنم لے چکے تھے۔وہ ہمیشہ ہی کسی نہ کسی تنازعہ کا شکار رہتے۔ایرین، نسطوری، سیبیلین اور اطاخی فرقوں کے باہمی تنازعات نے ان کا شیرازہ بکھیر دیا۔پھر اس پر مستزاد یہ کہ ان کے راہبوں کی جہالت، بربریت، ریاکاری، بے راہروی اور مناصب دین کی خرید و فروخت نے مسیحیت کی بہت بدنامی کروائی اور عوام میں عام فسق و فجور نے جنم لیا۔

عرب کے صحراء میں بے شمار صومعہ نشینوں اور گوشہ نشینوں نے جنم لیا جو اپنی جہالت اور بے راہ رو جذبات کی وجہ سے اپنی ساری زندگی انتشار پھیلانے کی قیاس آرائیوں میں ضائع کرتے اور پھر کئی مرتبہ مسلح جتھوں کی صورت میں بستیوں پر دھاوا بول دیتے۔وہاں کے کلیسیاؤں میں اپنے تخیلات اور وساوس کا پرچار کرتے اور پھر تلوار کے زور پر اپنے خیالات منواتے۔

یسوع مسیح نے ایک واحد یکتا اور تمام قوتوں کے مالک علیم و رحیم ہستی کی جس سادہ عبادت کو قائم کیا تھا اس کے مقام کو بے پناہ بت پرستی نے غصب کر لیا اور ایک رومی دیوتاؤں کے محل کی طرح کا خیال پھر سے عوام الناس میں عام تھا۔گو تخیل میں اس محل میں قدیم دیوتاؤں کی جگہ اس وقت شہداء، اولیاء، اور فرشتوں نے لے لی تھی۔

ایسے میں ایک ایسے شخص کا ظہور جو بنی نوع انسان کو اس معاشرتی اخلاقی اور روحانی تنزل سے نکال کر انسانیت کی اس معراج پر لے جائے جہاں شرف انسانیت ہی معراج انسانیت ہو اور جہاں خدا سے تعلق اور اس کی خاطر جان دینے کا تصور سب سے بالا ہو جائے دراصل ایک خدائی کام تھا جو صرف ایک ایسی شخصیت سے ہونا ممکن تھا جس کے اندر خود خدا جلوہ گر ہو اور وہ اپنی تمام تر کیفیت خلق اور خلق میں اس کا ظہور خود خدا کا ظہور ہو، وہ صفات باری تعالیٰ کا مظہر کامل ہو اور بنی نوع انسان کو نہ صرف خدا سے آشنا کرنے والا بلکہ ان کو خدا نما بنانے والا ہو۔یہ کام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دکھایا اور اس طرح سے کیا کہ خدا تعالیٰ نے ان کے فعل کو اپنا فعل ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ اور ان کے وجود کو اپنا وجود اور اپنی محبت و معرفت کے حصول کو اس شخص کی محبت سے مشروط قرار دیا اور یہ محض بیان نہیں ہے قرآن کریم کی آیات اور اسلوب بیان اس پر شاہد ناطق ہے۔جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرب الٰہی کے مقامات میں ترقی کرتے کرتے اس مقام عظیم پر فائز ہوئے جہاں آپ کے وجود میں صفات الٰہیہ کی کامل تجلی ہوئی اور آپ تجلیات الٰہیہ کے مظہر اتم بن گئے۔

جب ہم سیدنا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر اس نکتہ نظر سے غور کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ آپ کے آنے سے بنی نوع انسان میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا اور مظہر اتم الوہیت کی اس روشن تر تجلی کے نتیجہ میں عرب کا وحشت خیز معاشرہ زندہ خدا کی زندہ تجلی اور اس کے نور کا مظہر بن گیا۔ آپ کے بارے میں خدا تعالیٰ نے نے فرمایا کہ

يٰـاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِيۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيۡكُمۡ۔۔۔(الانفال۔25)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب وہ تمہیں بلائے تا کہ وہ تمہیں زندہ کرے۔

وہ لوگ جنہوں نے اس النبی الامی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاوے پر لبیک کہا تو وہ لوگ جو مردہ تھے انہوں نے حیات جاودانی کا جام پی لیا، صحرائے عرب کے امی چرواہے بنی نوع انسان کے معلم بن گئے۔ مکہ کی سرزمین سے وہ انقلاب پیدا ہوا جس نے قرنوں کے مردوں کے اندر زندگی کی روح پھونک دی۔ اور خدا کی صفت حیّ کی ایک عظیم الشان تجلی۔ آپ کے وجود سے ظاہر ہوئی۔ اسی صفت احیاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھم صل و سلم و بارک علیہ وآلہ بعدد ھمہ و غمہ وحزنہ لھٰذہ الا مة وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد“۔ (برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 11)

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار
نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

یہ آپ کو عطا ہونے والے عظیم الشان مقام محمدیت کی تجلی تھی جس نے عرب کی روحانیت اور علم سے خالی اور بنجر زمین کو گلہائے روحانیت سے لالہ زار کر دیا۔ آپ کے ہاتھوں سے انسانی تاریخ کا سب سے بڑا معجزہ ظاہر ہوا اور قرآن کریم اور اس کے نور سے استفادہ کرنے والوں نے علم و عمل کے وہ چراغ روشن کئے جس پر انسانی تاریخ آج بھی انگشت بدنداں ہے۔ آپ کے اس عظیم الشان مقام کا احاطہ کرنا الفاظ میں ممکن نہیں وہ وجود جس کی تعریفیں خود ربّ کریم کر رہا ہو اور اس کے بارے میں یہ اظہار کرے کہ یہ نبی جو ہم تم میں بھیج رہے ہیں وہ ایسا ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اور خود خدا اس پر درود بھیجتا ہے اور اس کا آنا ربّ کا آنا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات اور تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اِس بارے میں ایک یہ آیت بھی ہے۔ وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔ حق سے مراد اس جگہ اللہ جلّ شانہ' اور قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باطل سے مراد شیطان اور شیطان کا گروہ اور شیطانی تعلیمیں ہیں۔ سو دیکھو اپنے نام میں خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کیونکر شامل کر لیا اور آنحضرتؐ کا ظہور فرمانا خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہوا۔ ایسا جلالی ظہور جس سے شیطان مع اپنے تمام لشکروں کے بھاگ گیا۔ اور اس کی تعلیمیں ذلیل اور حقیر ہو گئیں۔ اور اس کے گروہ کو بڑی بھاری شکست آئی۔"

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد دوم صفحہ 277-279 حاشیہ)

دیکھیں حق کس شان سے آیا کہ تیئیس برس کے قلیل عرصے میں عرب کی کایا پلٹ گئی اور وہ مقدس گھر جو بنی نوع انسان کی عبادت کے لئے اولین طور پر بنایا گیا تھا اور جسے عرب کے جاہل لوگوں نے خدا سے دوری کے سبب تین سو ساٹھ بتوں سے سجا رکھا تھا اور خدائے واحد کے بجائے اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے کس طرح پھر خدائے واحد کی توحید اتم کا مرکز بن گیا اور آپ نےجاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً کہتے ہوئے اس گھر میں رکھے ہر بت کو خاک میں ملا دیا۔

اپنے ربّ کی محبت میں سرشار محمد عربی ﷺ مکہ کی گلیوں میں دیوانہ وار پھرتے ہیں لوگوں کو اس ربّ کا پیغام دیتے ہیں ان کو بتاتے ہیں کہ آؤ آؤ جس ربّ کی محبت میں میں سرشار ہوں جس کی محبوبیت نے مجھے اپنا گرویدہ کر لیا ہے تم بھی اس کا عرفان حاصل کرو، اس کی محبت میں سرشار ہو جاؤ، لوگ اس پیغام کو دیوانے کی بڑ سمجھتے ہیں وہ کیسے اس خدا کو مان لیتے جس کو انہوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں لیکن میرے آقا و مولیٰ نے نہ صرف یہ کہ ان کو اس خدا کا پیغام دیا بلکہ اپنے وجود سے ان کو دکھا بھی دیا کہ دیکھو ایک خدا ہے، اس کے نشانات تمہارے نفوس کے اندر ہیں، اس کائنات میں بکھرے ہوئے ہیں، یہ آسمان جو ستاروں سے روشن ہے اس کے وجود کی دلیل ہے، یہ سورج یہ چاند یہ زمین اس پر اگنے والی روئیدگی، یہ ہوا کی سبک روی، اس کا پہاڑوں جیسے جہازوں کو لے کر سمندر کی سطح پر چلنا، یہ اس کی عظیم الشان ہستی کی دلیل ہیں۔ وہ رحمان ہے، اس نے تم کو پیدا کیا اور اس نے تمہارے

لئے ہر وہ نعمت اتار دی جس کی تمہیں حاجت تھی اور بغیر تمہارے مطالبے اور استحقاق کے سب کچھ تمہیں عنایت کر دیا پس تم بھی اس کا ذکر اسی طرح کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کرتے ہو، اس کا نور میرے وجود میں در آیا ہے آؤ تم بھی اس کو دیکھو۔ آؤ اور دیکھو کہ وہ خدا ایک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج، اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ وہ خود کسی وجود سے پیدا ہوا، اور اس کا تو کوئی ہمسر نہیں۔ یہ وہ پیغام تھا جو حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام تر وجود کے ساتھ بنی نوع انسان کو دیا۔ آپ کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ایک یار جانی کے ساتھ تعلق سے بڑھ کر تھا یہ تعلق تمام دنیاوی رشتوں اور تعلقات پر حاوی تھا۔ یہ پیار و محبت کے تمام دنیاوی معیاروں سے بالا تھا، یہ تعلق ایک محب و محبوب کا تعلق تھا، یہ تعلق ایک ایسے گہرے دلی شوق پر منتج تھا جسے عشق کہتے ہیں، ایک ایسا عشق جس کی گواہی کائنات کا ذرہ ذرہ دے رہا ہے، جس کی گواہی خود عرش کے خدا نے یہ کہتے ہوئے دی کہ اگر تم میری محبت کو پانا چاہتے ہو تو میرے محبوب کی محبت کو پا لو، ایک ایسا عشق جس کی گواہی میں اہل مکہ کی زبان رطب اللسان ہوئی کیا سچ تھا یہ، محبت کا کیسا جادو تھا جو کفار کے بھی سر چڑھ کر بول رہا تھا، اور آپ کی نیم شب مناجات میں حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ دعا شامل تھی:

"اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا کر اور اُس کی محبت جس کی محبت مجھے تیرے حضور فائدہ بخشے۔ اے اللہ! میری دل پسند چیزیں جو تو مجھے عطا کرے ان کو اپنی محبوب چیزوں کے حصول کے لئے قوت کا ذریعہ بنادے۔ اور میری وہ پیاری چیزیں جو تو مجھ سے علیحدہ کر دے ان کے بدلے اپنی پسندیدہ چیزیں مجھے عطا فرما دے۔ (ترمذی)

سیدنا حضرت محمد ﷺ نے اپنے ربّ کریم سے جو تعلق پیدا کیا اور اس تعلق میں اس قدر آگے بڑھے کہ آپؐ مظہر اتم الوہیت کی مسند پر سرفراز ہوئے۔ آپؐ کا وجود خدا تعالیٰ کی تجلیات کا مظہر بن گیا اور اس کی صفات کے رنگ میں جس طرح رنگین ہوئے اس نے آپ کے وجود میں اپنی ان صفات کی تجلی بدرجہ اتم پیدا کر دی۔ آپ نے صفات باری تعالیٰ کو اس طرح اپنے اندر سمو لیا کہ خود عرش کے خدا نے گواہی دی کہ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيم (لتوبة 128)

یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود خدا تعالیٰ کے وجود میں اس طرح سے فنا ہوا اور آپ اس مقام قرب پر پہنچ گئے کہ آپ کا دل خدا تعالیٰ کی تجلی گاہ بن گیا اور یہ قرب اس طرح سے وقوع پذیر ہوا کہ جس قدر آپ خدا کے عشق میں سرشار ہو کر اس کے قریب ہوئے اسی قدر خدا بھی آپ کی محبت اور پیار میں آپ سے قریب ہوا اور یہ قرب اس قدر بڑھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو عظیم الشان مقام 'مقام شفاعت' عطا فرمایا۔ یہ مقام تبھی متحقق ہو سکتا ہے جب وجود شفیع اپنے مشفّع کے ساتھ کامل تعلق رکھتا ہو ایک ایسا تعلق جہاں دوئی کا کوئی تصور نہ ہو اور دوسری طرف وجود شفیع ان لوگوں کے لئے جن کے حق میں یہ شفاعت کی جا رہی ہو ایک ایسا تعلق رکھتا ہو جہاں اس کا دل مخلوق خدا کی محبت میں گداز ہو اور ان کی ہمدردی اور پیار میں اس قدر گداز ہو کہ ان کے لئے اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنے سے بھی گریز نہ کرے اور مخلوق خدا کی تکلیف اور دکھ اس کے قلب صافی میں ان کے لئے خدا کے قرب کے حصول کے لئے ایک تموج اور ارتعاش کی کیفیت پیدا کر دے اور وہ ان کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے خدا کے حضور خشوع سے جھک جائے اور اس کے سینہ میں ان کی درد اور تکلیف کو دور کرنے کے لئے جذبات محبت کا تلاطم پیدا ہو کر آنکھوں سے چھلکنے لگے۔ صفات باری کے مظہر اتم حضرت محمد فداہ ابی و اُمّی و روحی و جنانی ﷺ کو مخلوق خدا سے تعلق کا یہی جذبہ عطا ہوا تھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے اس عظیم الشان مقام شفاعت کی بابت اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"شخص شفیع کے لئے جیسا کہ ابھی مَیں نے بیان کیا ہے کہ ضروری ہے کہ خدا سے اس کو ایک ایسا گہرا تعلّق ہو کہ گویا خدا اُس کے دل میں اُترا ہوا ہو اور اس کی تمام انسانیت مر کر بال بال میں لاہوتی تجلّی پیدا ہو گئی ہو۔ اور اس کی رُوح پانی کی طرح گداز ہو کر خدا کی طرف بہہ نکلی اور اس طرح پر قرب کے انتہائی نقطہ پر جا پہنچی ہو۔ اور اسی طرح شفیع کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کے لئے وہ شفاعت کرنا چاہتا ہے اُس کی ہمدردی میں اس کا دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہو ایسا کہ عنقریب اس پر غشی طاری ہو گی۔ اور گویا شدّتِ قلق سے اس کے اعضاء اُس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور اُس کے حواس منتشر ہیں۔ اور اُس کی ہمدردی نے اُس کو اس مقام تک پہنچایا ہو کہ جو باپ سے بڑھ کر اور ماں سے بڑھ کر اور ہر ایک غمخوار سے بڑھ کر ہے۔ پس جب یہ دونوں حالتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی تو وہ ایسا ہو جائے گا کہ گویا

وہ ایک طرف سے لاہوتؔ کے مقام سے جفت ہے اور دوسری طرف ناسوتؔ کے مقام سے جفت۔ تب دونوں پلّہ میزان کے اُس میں مساوی ہونگے۔ یعنی وہ مظہرِ لاہوت کامل بھی ہوگا اور مظہرِ ناسوتؔ کامل بھی اور بطور برزخ دونوں حالتوں میں واقع ہوگا۔ اس طرح پر

لاہوت

مقام شفع

ناسوت

اس مقامِ شفاعت کی طرف قرآن شریف میں اشارہ فرماکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونے کی شان میں فرمایا ہے دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ یعنی یہ رسول خدا کی طرف چڑھا۔ اور جہاں تک امکان میں ہے خدا سے نزدیک ہوا۔ اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا۔ اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا۔ یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا۔ لہٰذا ایک طرف خدا کی محبت میں اور دوسری طرف بنی نوع کی محبت میں کمال تام تک پہنچا۔ پس چونکہ وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہوا اور پھر کامل طور پر بنی نوع سے قریب ہوا۔ اس لئے دونوں طرف کے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہو گیا جیسا کہ دو قوسوں میں ایک خط ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ شرط جو شفاعت کے لئے ضروری ہے اس میں پائی گئی اور خدا نے اپنے کلام میں اس کے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے بنی نوع میں اور اپنے خدا میں ایسے طور سے درمیان ہے جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے۔

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اوّل صہ 175۔187)

گویا مظہر اتم الوہیت ہونے کا مقام تب ہی اپنے کمال تام کو پہنچتا ہے جب آپ کا وجود ایک طرف خدا کی محبت میں سرشار ہو اور محبت کی یہ سرشاری اور کیفیت آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی جس کا اشارہ آیت و وجدک ضالا فھدی میں کیا گیا ہے کہ اس مقتدر اور مالک خدا نے تجھے خدا کی محبت میں دیوانہ وار سرگرداں پایا اور تجھے اپنے وجود کی طرف ہدایت سے نوازا۔ اور دوسری طرف مخلوق خدا کی ہمدردی بھی آپ کے دل میں پوری طرح سے جاگزیں ہوئی اور یہ امر بھی آپ کی ذات میں اپنی کامل کیفیات کے ساتھ موجود تھا بنی نوع انسان کی ہمدردی میں بھی آپ کا دل گداز تھا اور دوست اور دشمن سب آپ سے فیض پارہے تھے۔ جس کی جانب لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (کیا تو اپنی جان کو اس لئے ہلاک کردے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے (الشعراء4)) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مخلوق خدا سے ہمدردی کی آپ کی اس کیفیت کو نزول وحی کے وقت ہی آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھانپ لیا اور آپ کی نسبت جو گواہی دی اس میں آپ کی مخلوق خدا سے ہمدردی کا اظہار اور آپ کی اس دلی کیفیت کی گواہی ہے جو آپ کے دل میں بنی نوع انسان سے محبت پیار اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی نسبت تھی بخاری کتاب بدء الوحی میں آیا ہے

فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ: «زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي» فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الخَبَرَ: «لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي» فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ،

نزول وحی کے بعد حضور اس پیغام کو لے کر گھر لوٹے آپ کا دل کانپ رہا تھا آپ حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھا دو مجھے چادر اوڑھا دو اہل خانہ نے آپ پر چادر ڈال دی یہاں تک کہ آپ کے دل سے گھبراہٹ جاتی رہی پھر آپ نے حضرت خدیجہ سے ساری بات (وحی کے آنے کی) بیان کی اور فرمایا کہ مجھے تو اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہیں اس پر حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں خدا کی قسم وہ اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ بانٹتے ہیں، اخلاق گم گشتہ کو حاصل کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور لوگوں پر پڑنے والی حقیقی مصیبتوں میں ان کی مدد پر کمربستہ ہوتے ہیں۔ اور جب آپ پر بار نبوت ڈالا گیا تو یہ کیفیات پہلے سے بڑھ کر نمایاں ہونے لگیں۔ اگر اس پہلو سے آپ کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو آپ کے اندر صفات باری رحمانیت، رحیمیت، ربوبیت اور مالکیت کا ظلی طور پر اظہار اس طرح کھل کر ہوا کہ بنی نوع انسان میں کسی وجود میں آج تک اس طرح سے خدا تعالیٰ کی صفات کا اس طرح مظہر بننے کا اظہار نہیں ہوا۔

خدا تعالیٰ رحمان ہے اور اس کی یہ صفت بنی نوع انسان بلکہ نباتات، حیوانات، جمادات، غرضیکہ ہر چیز جو اس نے خلق کی ہے کسی نہ کسی رنگ میں جاری ہوتی ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدائے عزوجل شانہٗ کی اس صفت کے مظہر اتم تھے۔ آپ کی اس صفت کا فیضان بغیر کسی استحقاق کے بنی نوع انسان پر جاری ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے آپ کی ذات کی اس تجلی کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو رحمۃ للعالمین قرار دیا۔ اور یہ رحمت بنی نوع انسان کے ساتھ ساتھ ہر نوع کی اشیاء کے لئے عام ہے۔ اور بلا استحقاق ہے۔ خدا تعالیٰ کی بنیادی اور اہم ترین صفات میں یہ صفت بنی نوع انسان کے لئے وہ فیض عام ہے جس کی بدولت اس کائنات کا نظام چل

رہا ہے۔ جب ہم اس صفت کی تجلّی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں دیکھتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ آپ کا فیضان روحانی ہر اس شخص کو بلا استحقاق فیضیاب کرتا ہے جو ان تعلیمات اور اصولوں کو اپنا حرز جان بنالیتا ہے جو خدا تک جانے کی راہیں آسان کرتے ہیں۔ یہ فیضان جو رحمانیت کا پرتو ہے اول دن سے آپ کے وجود سے پھوٹ رہا ہے۔ جس طرح آفتاب اس کائنات میں ہر فرد کو بلا استحقاق اپنی روشنی اور گرمی سے فیضیاب کر رہا ہے اسی طرح آفتاب روحانیت جسے قرآن کریم میں سراجا منیرا کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے ان تمام روحوں کو اپنے فیض روحانی سے فیضیاب کرتا ہے جو اس کی روشنی میں آتی ہیں۔ اور اس فیضان کی بدولت ہی ہم پر یہ کھلا کہ دنیا میں خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر روحانیت کے دروازوں کو کب کب اور کس طرح کھولا۔ اور یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر رحمانیت ہونے کی وجہ ہے کہ ہم آج ان وجودوں کے نام سے آشنا ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً بھیجا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب سے کہ آفتابِ صداقت ذاتِ بابرکت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں آیا۔ اُسی دم سے آج تک ہزارہا نفوس جو استعداد اور قابلیت رکھتے تھے متابعت کلام الٰہی اور اتباعِ رسول مقبولؐ سے مدارجِ عالیہ مذکورہ بالا تک پہنچ چکے ہیں اور پہنچتے جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ اس قدر اُن پر پے درپے اور علی الاتصال تلطّفات و تفضلات وارد کرتا ہے اور اپنی حمایتیں اور عنایتیں دکھلاتا ہے کہ صافی نگاہوں کی نظر میں ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ منظورانِ نظر احدیت سے ہیں۔ جن پر لطفِ ربّانی کا ایک عظیم الشان سایہ اور فضلِ یزدانی کا ایک جلیل القدر پیرایہ ہے اور دیکھنے والوں کو صریح دکھائی دیتا ہے کہ وہ انعاماتِ خارقِ عادت سے سرفراز ہیں اور کراماتِ عجیب و غریب سے ممتاز ہیں اور محبوبیت کے عطر سے معطّر ہیں۔ اور مقبولیت کے فخروں سے مفتخر ہیں۔ اور قادرِ مطلق کا نور ان کی صحبت میں اُن کی توجہ میں اُن کی ہمت میں اُن کی دُعا میں اُن کی نظر میں اُن کے اخلاق میں اُن کی طرز معیشت میں اُن کی خوشنودی میں اُن کے غضب میں اُن کی رغبت میں۔ اُن کی نفرت میں اُن کی حرکت میں اُن کے سکون میں اُن کے نطق میں اُن کی خاموشی میں اُن کے ظاہر میں اُن کے باطن میں ایسا بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک لطیف اور مصفّا شیشہ ایک نہایت عمدہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اور اُن کے فیض صحبت اور ارتباط اور محبت سے وہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں کہ جو ریاضاتِ شاقہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں اور اُن کی نسبت ارادت اور عقیدت پیدا کرنے سے ایمانی حالت ایک دوسرا رنگ پیدا کر لیتی ہے اور نیک اخلاق کے ظاہر کرنے میں ایک طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور شوریدگی اور امّارگی نفس کی روبکمی ہونے لگتی ہے اور اطمینان اور حلاوت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اور بقدر استعداد اور مناسبت ذوقِ ایمانی جوش مارتا ہے اور اُنس اور شوق ظاہر ہوتا ہے اور التذاذ بذکر اللہ بڑھتا ہے۔ اور اُن کی صحبت طویلہ سے بضرورت یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی ایمانی قوتوں میں اور اخلاقی حالتوں میں اور انقطاع عن الدنیا میں توجہ الی اللہ میں اور محبتِ الٰہیہ میں اور شفقت علی العباد میں اور وفا اور رضا اور استقامت میں اس عالی مرتبہ پر ہیں جس کی نظیر دنیا میں نہیں دیکھی گئی۔ اور عقلِ سلیم فی الفور معلوم کر لیتی ہے کہ وہ بند اور زنجیر اُن کے پاؤں سے اتارے گئے ہیں جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہیں اور وہ تنگی اور انقباض ان کے سینہ سے دُور کیا گیا ہے جس کے باعث سے دوسرے لوگوں کے سینے منقبض اور کوفتہ خاطر ہیں۔ ایسا ہی وہ لوگ تحدیث اور مکالماتِ حضرتِ احدیت سے بکثرت مشرف ہوتے ہیں اور متواتر اور دائمی خطابات کے قابل ٹھہر جاتے ہیں اور حقّ جلّ و علا اور اُس کے مستعد بندوں میں ارشاد اور ہدایت کے لئے واسطہ گردانے جاتے ہیں۔ اُن کی نورانیت دوسرے دلوں کو منور کر دیتی ہے۔ اور جیسے موسم بہار کے آنے سے نباتی قوتیں جوش زن ہو جاتی ہیں ایسا ہی ان کے ظہور سے فطرتی نور طبائع سلیمہ میں جوش مارتے ہیں اور خود بخود ہر ایک سعید کا دل یہی چاہتا ہے کہ اپنی سعادت مندی کی استعدادوں کو بکوشش تمام منصّۂ ظہور میں لاوے اور خواب غفلت کے پردوں سے خلاصی پاوے اور معصیت اور فسق و فجور کے داغوں سے اور جہالت اور بے خبری کی ظلمتوں سے نجات حاصل کرے۔ سو اُن کے مبارک عہد میں کچھ ایسی خاصیت ہوتی ہے اور کچھ اس قسم کا انتشار نورانیت ہو جاتا ہے کہ ہر یک مومن اور طالب حق بقدر طاقتِ ایمانی اپنے نفس میں بغیر کسی ظاہری موجب کے انشراح اور شوق دینداری کا پاتا ہے اور ہمت کو زیادت اور قوت میں دیکھتا ہے۔ غرض اُن کے اس عطر لطیف سے جو اُن کو کامل متابعت کی برکت سے حاصل ہوا ہے ہر یک مخلص کو بقدر اپنے اخلاص کے حظ پہنچتا ہے۔ ہاں جو لوگ شقی ازلی ہیں وہ اس سے کچھ حصّہ نہیں پاتے بلکہ اَور بھی عناد اور حسد اور شقاوت میں بڑھ کر ہاویہ جہنم میں گرتے ہیں۔ اِسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم۔" (براہین احمدیہ صفحہ 529-532 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

پھر فرماتے ہیں:

"دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہونگے۔ لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس

کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ انّ الله وملائكته يصلّون على النّبيّ۔ يا ايها الذين اٰمنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليماً ان قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال قرآن شریف میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا صرف ہم اُن نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ حضرت داؤد، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء۔ سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گزشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا۔ کیونکہ صرف قصّوں سے کوئی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور ممکن ہے کہ وہ قصّے صحیح نہ ہوں اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب مبالغات ہوں کیونکہ اب ان کا نام و نشان نہیں۔ بلکہ ان گزشتہ کتابوں سے تو خدا کا پتہ بھی نہیں لگتا اور یقیناً نہیں سمجھ سکتے کہ خدا بھی انسان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے یہ سب قصّے حقیقت کے رنگ میں آ گئے۔ اب نہ ہم قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے۔ اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اور کس طرح دُعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا۔ اور جو کچھ قصوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے رُوح قدس جس کے دَر کی دربانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے اور اس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفّاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔ کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا اور کس نے صحت نیت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا جو اس کے لئے کھولا نہ گیا۔ لیکن افسوس! کہ اکثر انسانوں کی یہی عادت ہے کہ وہ سفلی زندگی کو پسند کر لیتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ نور اُن کے اندر داخل ہو۔" (چشمۂ معرفت صفحہ 301-303)

آپ کی سیرت کے واقعات پر ایک نظر ڈالنے سے یہ امر کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ اپنے بچپن کے ان ایام سے لے کر جب ابھی بچپن کے دن ہوا نہیں ہوئے تھے آپ کے وجود سے خدا کی محبت کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ واقعہ شق صدر جس میں دو فرشتوں نے آپ کے دل کو محبت الٰہی سے ممتزج صافی پانی سے دھویا اور اسے تمام دنیاوی آلائشوں اور ملونیوں سے پاک کر دیا در اصل خدا کی آپ سے محبت اور پیار کا مظہر ہے۔ کہ وہ وجود جس کو خدا نے اپنی صفات کا مظہر اتم بنانا تھا اس کے وجود کو ان تمام دنیاوی علائق سے پاک کر دیا جو اسکی محبت اور اس کے درمیان حائل ہو سکتے تھے۔ اور اس کی گواہی ہمیں قرآن کریم میں جابجا ملتی ہے چنانچہ آپ کی زبان فیض ترجمان پر خدا تعالیٰ کے اس کلام کا جاری ہونا کہ میری نماز اور قربانیاں اور مرنا اور میرا جینا خدا کی خاطر ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے اسی گواہی کا اظہار ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں

"اور پھر ایک اور مقام میں آپ کے الٰہی قرب کی نسبت یوں فرمایا:۔

قل ان صلاتي و نسكي ومحياي و مماتي لله ربّ العالمين۔

یعنی لوگوں کو اطلاع دے دے کہ میری یہ حالت ہے کہ مَیں اپنے وجود سے بالکل کھویا گیا ہوں۔ میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہو گئی ہیں........ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر خدا میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپ کی زندگی کے تمام انفاس اور آپ کی موت محض خدا تعالیٰ کے لئے ہو گئی تھی۔ اور آپ کے وجود میں نفس اور مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا اور آپ کی رُوح خدا کے آستانے پر ایسے اخلاص سے گری تھی کہ اس میں غیر کی ایک ذرّہ آمیزش نہیں رہی تھی...............

اور چونکہ خدا سے محبت کرنا اور اس کی محبت میں اعلیٰ مقام قرب تک پہنچنا ایک ایسا امر ہے جو کسی غیر کو اس پر اطلاع نہیں ہو سکتی اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال ظاہر کئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے در حقیقت تمام چیزوں پر خدا کو اختیار کر لیا تھا اور آپ کے ذرّہ ذرّہ اور رگ و ریشہ میں خدا کی محبت اور خدا کی عظمت ایسی رچی ہوئی تھی کہ گویا آپ کا وجود خدا کی تجلیات کے پورے مشاہدہ کے لئے ایک آئینہ کی طرح تھا۔ خدا

کی محبت کاملہ کے آثار جس قدر عقل سوچ سکتی ہے وہ تمام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے۔"

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اوّل صہ 175-187)

آپ اپنے ربّ کے قرب میں اس قدر آگے بڑھے اور صفات میں اس طرح رنگین ہوئے کہ آپ کے وجود سے وہ صفات ایک صافی آئینہ میں جھلکنے والے عکس کی طرح جھلکنے لگیں۔ مقام قرب کو پانے کی وجہ سے یہ صفات آپ میں کامل طور پر منعکس ہونے لگیں۔ قرآن کریم میں اس آپ کے اس مقام عظیم کی طرف جابجا اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اسی لئے صحف الٰہیہ میں آپ کے مقام قرب کی وجہ سے آپ کے آنے کو روح حق کا آنا اور آپ کے وجود کو خدا کا کامل مظہر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"ہمارے سیّد و مولیٰ جناب مقدس خاتم الانبیاء کی نسبت صرف حضرت مسیح نے ہی بیان نہیں کیا کہ آنجناب کا دنیا میں تشریف لانا درحقیقت خدائے تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہے بلکہ اس طرز کا کلام دوسرے نبیوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اپنی اپنی پیشگوئیوں میں بیان کیا ہے اور استعارہ کے طور پر آنجناب کے ظہور کو خدائے تعالیٰ کا ظہور قرار دیا ہے بلکہ بوجہ خدائی کے مظہر اتم ہونے کے آنجناب کو خدا کر کے پکارا ہے۔ چنانچہ حضرت داوٗد کے زبور میں لکھا ہے تُو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے لبوں میں نعمت بنائی گئی۔ اس لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (یعنی تُو خاتم الانبیاء ٹھہرا) اے پہلوان تُو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہو کر تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ بادشاہ کے دشمنوں کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں۔ لوگ تیرے سامنے گڑ جاتے ہیں۔ اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی ہے اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطّر کیا ہے (دیکھو زبور 45)

اب جاننا چاہیئے کہ زبور کا یہ فقرہ کہ اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے یہ محض بطور استعارہ ہے۔ جس سے غرض یہ ہے کہ جو روحانی طور پر شانِ محمدی ہے اُس کو ظاہر کر دیا جائے۔ پھر یسعیاہ نبی کی کتاب میں بھی ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ اسکی عبارت یہ ہے۔

"دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالوں گا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے میں نے اپنی روح اُس پر رکھی۔ وہ قوموں پر راستی ظاہر کرے گا وہ نہ چلاّئے گا اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سُنائے گا۔ وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑے گا اور سن کو جس سے دُھوٗاں اُٹھتا ہے نہ بجھائے گا جب تک کہ راستی کو امن کے ساتھ ظاہر نہ کرے وہ نہ گھٹے گا نہ تھکے گا جب تک کہ راستی کو زمین پر قائم نہ کرے اور جزیرے اس کی شریعت کے منتظر ہوویں۔۔۔۔۔ خداوند خدا ایک بہادر کی مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُسکائے گا۔ الخ (یسعیاہ: باب 42 آیت 1 تا 23)

اب جاننا چاہیئے کہ یہ فقرہ کہ خداوند خدا ایک بہادر کی مانند نکلے گا یہ بھی بطور استعارہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پُر ہیبت ظہور کا اظہار کر رہا ہے۔ دیکھو یسعیاہ نبی کی کتاب باب 42 اور ایسا ہی اور کئی نبیوں نے بھی استعارہ کو اپنی پیشگوئی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں استعمال کیا ہے۔۔"

(توضیح مرام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 65 تا 67 حاشیہ)

چنانچہ جیسا کہ پہلے ذکر گزر چکا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر قرآن کریم میں مظہر شان الوہیت کے طور پر بھی کیا گیا ہے اور آپ کی اس شان مظہر الوہیت کی وجہ سے ہی آپ کے ہاتھوں سے ایسے خارق عادت امور سرزد ہوئے جو بشریت کی طاقت سے بڑھ کر تھے اور اپنے اندر الٰہی طاقت کا رنگ رکھتے تھے اور یہ وہ امور ہیں جن کی نسبت قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"اِس درجہ لقاء میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعے سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اُس مٹھی نے خُدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی اُن میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو۔ اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی اُن میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اِسی معجزہ کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ یعنی جب تُو نے اُس مٹھی کو پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی درپردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا۔

اور ایسا ہی دوسرا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو شق القمر ہے اس الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا۔ کوئی دُعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف

انگلی کے اشارہ سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا۔ اور اس قسم کے اَور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اُس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا۔ اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزار ہا بھوکوں پیاسوں کا اُن سے شکم سیر کر دیا۔ اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا۔ اور بعض اوقات شور آب کنوئیں میں اپنے مُنہ کا لعاب ڈال کر اُس کو نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اَور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھُپی ہوئی الٰہی طاقت مخلوط تھی۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 65 تا 66)

روحانی خزائن کی بندش

امۃ الباری ناصر

ہر طرف نحوست کے گھرے ہوگئے سائے
عقل و فہم سے عاری اقتدار پر چھائے

ظلمتوں کے متوالو ہر چراغ گُل کردو
در دریچے بند کرلو روشنی نہ در آئے

شر کا شور اتنا ہو جس سے کان پھٹ جائیں
مبادا بات حکمت کی سماعتوں سے ٹکرائے

بے لحاظ بنّیوں نے ملک بیچ ڈالا ہے
ماں کا مول لینے میں ذرہ بھر نہ شرمائے

پیر تسمہ پا مُلّاں دِین کے ہوئے تاجر
پی گئے وطن کا خوں جو بھی رہنما آئے

عہدِ سوگ میں پرچم سرنگوں ہی رہتا ہے
کاش میڈیا کوئی خیر کی خبر لائے

بانجھ ہوگئی دھرتی خشک ہوگیا پانی
اب تو مان لو ان کو جو پیامِ صبح لائے

اعلانات

براہ کرم اپنے مضامین ٹائپ فرما کر بذریعہ ای میل بھیجیں۔ مضمون پر نام کے ساتھ شہر اور ریاست کا نام بھی لکھیں۔ ای میل میں اپنا فون نمبر درج فرمائیں تا کہ ضرورت پڑنے پر آپ سے رابطہ کیا جاسکے۔ آپ اپنے مضمون کے ساتھ اپنا مختصر تعارف اور مضمون سے متعلقہ تصویریں بھی بھیج سکتے ہیں۔ اصلاح یا مناسب کانٹ چھانٹ مدیران کی اہم ذمہ داری ہے۔ اگر آپ چھپنے سے پہلے اپنا مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلے سے مطلع فرمائیں۔

کائنات کی بنیادی قوتیں

مبشر احمد، طالب علم، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد پاکستان

سائنس کی بنیاد تجربہ و مشاہدہ ہے۔ کائنات کے مظاہر کے بارے میں اگر ایک نظریہ بھلے ہی ایک بہت ہی عظیم اور ذہین انسان کا دیا ہوا ہو اسے اس وقت تک قبول نہیں کیا جا سکتا جب تک وہ تجربہ کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا، یہی سائنسی طرز عمل ہے۔ ابھی تک طبیعات دانوں کو جن قوتوں کا علم ہے وہ محض چار ہیں۔ کائنات میں ہونے والے تمام مظاہر انہی قوتوں کی وجہ سے ہیں۔ اگر ان طاقتوں کو ان کی کم ہوتی قوت میں لکھا جائے تو ترتیب کچھ یوں ہو گی۔

1۔ طاقتور نیوکلیائی قوت　　2۔ برقی مقناطیسی قوت

3۔ کمزور قوت　　4۔ کشش ثقل

اس ترتیب کا اختصار آپ کو پریشان کر رہا ہو گا، آپ سوچ رہے ہوں گے یہ رگڑ کی قوت کہاں گئی جس سے گاڑی یا کسی بھی سواری میں بریک لگتی ہے، میں زمین پر سیدھا کھڑا ہوتا ہوں گر تا کیوں نہیں؟ وہ کون سی قوت ہے جو بڑی بڑی عمارات کو سیدھا کھڑا رکھے ہوئے اور زمین میں دھنسنے نہیں دیتی، مختلف طرح کے کیمیکل، کھادیں، تیزاب کس قوت سے بنتے ہیں، آکسیجن اور ہائیڈروجن کو کون سی قوت اکٹھا رکھتی ہے کہ وہ پانی بن جاتا ہے۔ سنوکر کی گیندیں کس قوت سے ایک دوسرے سے ٹکرانے کے بعد بکھر جاتی ہیں؟ آپ کے ان سب سوالات کا ایک ہی جواب ہے "برقی مقناطیسی قوت" یہ کہنا کہ ہم ایک برقی مقناطیسی دنیا میں رہتے ہیں مبالغہ آمیز نہیں۔ ہمیں اپنی روز مرہ کی زندگی میں جس بھی مظہر سے واسطہ پڑتا ہے، سوائے کشش ثقل کے سارے درپردہ، درحقیقت برقی مقناطیسی ہی ہوتے ہیں۔ آپکی روٹی جو گول ہوتی ہے، مختلف پھل جو مختلف شکل کے ہوتے ہیں، یہ بھی اسی قوت کیوجہ سے ہوتے ہیں۔ یہ قوت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک جیسے برقی چارج رکھنے والے ذرات میں دفع کی قوت اور مخالف برقی چارج رکھنے والے ذرات میں کشش کی قوت۔

وہ قوت جس سے رات دن، مہینے اور سال بنتے ہیں، رات کو چاند اور دن کو سورج ہوتا ہے، موسم بدلتے ہیں، بارشیں برستی ہیں، پہاڑوں پر برف باری ہوتی ہے، ہم زمین پر رہتے ہیں اُڑ نہیں جاتے، زمین پر ہوا اور پانی ہے جس سے زندگی قائم ہے۔ رات کو تارے ٹوٹتے نظر آتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، عیدیں مناتے ہیں، چاند زمین کے گرد، زمین سورج کے گرد، سورج اپنے سارے خاندان کو لے کر کہکشاں کے گرد چکر لگاتا ہے، یہ سب "کشش ثقل" کی قوت کی وجہ سے ہے۔ لیکن یاد رہے یہ سب سے کمزور اور خفیف قوت ہے، مثلاً اگر پانی کو اکٹھا رکھنے کے لئے برقی مقناطیسی کی بجائے کشش ثقل کی قوت استعمال کی جائے تو پانی کے سالمے کا سائز ہماری پوری کائنات جتنا ہو۔

ایک ایٹم کے مرکزہ میں نیوٹران اور پروٹان ہوتے ہیں اور باہر ایک دائرہ میں الیکٹران چکر لگا رہا ہوتا ہے۔ الیکٹرانز کو مرکزہ میں موجود پروٹانز اپنے گرد اگرد برقی مقناطیسی طاقت سے گھمائی رکھتے ہیں، کیونکہ دونوں پر مخالف برقی مقناطیسی چارج ہوتا ہے۔ لیکن ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرکزہ میں موجود دو ایک طرح کے چارج رکھنے والے پروٹانز کو کون جوڑ کر رکھتا ہے، کیونکہ کوئلہ کے ایٹم میں چھ ایک جیسے چارج رکھنے والے پروٹانز ہوتے ہیں، جو ایک دوسرے کو دفعہ کرتے ہیں، لوہے کے مرکزہ میں 77 پروٹانز رہتے ہیں، سونے میں 79 پروٹانز ہوتے ہیں۔ اس کا جواب ہے "مضبوط نیوکلیائی قوت" یہ اتنی مضبوط طاقت ہے کہ سب سے بڑے ایٹم جس کے مرکزہ میں 119 ایک جیسے برقی چارج رکھنے والے پروٹانز ہوتے ہیں، اس مرکزے کو بھی جوڑ کر رکھتی ہے۔ مزید بر آں، ایک پروٹان یا نیوٹران کا اندرونی ڈھانچہ یا ساخت ہوتی ہے، کسی بھی پروٹان اور نیوٹران کے اندر مزید تین ذرات ہوتے ہیں جنہیں "کوارکس" کہا جاتا ہے، کوارکس کو باندھے رکھنے کا کام بھی "مضبوط نیوکلیائی قوت" کرتی ہے، اگر یہ طاقت نہ ہوتی تو کوئی بھی ایٹم بن نہ پاتا، کائنات میں کوئی ساخت نہ ہوتی، نہ پانی نہ ہوا، نہ تانبا نہ سونا، نہ زمین نہ سورج۔ غرض مادے کا وجود نہ ہوتا۔ لیکن یاد رہے اس قوت کا اثر بہت کم فاصلے تک یعنی ایٹم کے مرکزہ تک ہے، مثلاً سونے کے مرکزہ کا سائز اتنا ہے کہ آپ ایک میٹر کے ایک ارب حصے کریں اور اس ایک اربویں حصہ کے مزید ایک لاکھ حصے کر لیں تو جو اتنی تقسیم کے بعد حصہ آپ کو حاصل ہو، وہ ایک سونے کے ایٹم کے مرکزہ کا سائز ہے۔ اتنے کم فاصلے تک اثر پذیر ہونے کی وجہ سے ہم عام زندگی میں اس قوت کو محسوس نہیں کر پاتے، حالانکہ یہ برقی مقناطیسی طاقت سے 100 گنا اور بحیثیت مجموعی سب سے زیادہ طاقتور قوت ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ ایک بہت طاقتور باکسر ہے محمد علی کی طرح کا لیکن اس کا مکا ایٹم کے مرکزہ سے باہر نہیں آتا، بیچارے کے بازو ناقابل یقین حد تک چھوٹے ہیں۔

سونے کے ایٹم کی تصویر

http://fc00.deviantart.net/fs71/i/2011/336/1/d/atom_model_of_gold_by_blender_artist-d4hyv5j.jpg

قبل اس کے کہ آپکو اگلی قوت کا بتایا جائے، ایک لطیفہ سُن لیں۔ کسی گاؤں میں ایک میراثی رہتا تھا، کئی ماہ سے اسے کوئی کام نہ ملا اور نوبت فاقوں تک آگئی، اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یااللہ میں فاقوں مر رہاہوں میکائیل رزق کے فرشتہ کو بھیج، دعا ختم ہوئی تو عزرائیل آگیا، میراثی بہت ڈرا اور اللہ سے کہا کہ میکائیل مانگا تھا تو نے موت کا فرشتہ عزرائیل بھیج دیا، عزرائیل بولا فکر نہ کرو میں تمہارے رزق کے لئے ہی آیا ہوں، بس تم آج سے حکیم بن جاؤ، جس مریض کے علاج کے لئے جاؤ تو اگر میں اس کے پاؤں میں کھڑا ملوں تو جو مرضی دوا دے دووہ مرے گا نہیں، اور اگر میں اس کے سرہانے کھڑا ملوں تو جو مرضی دوا دے لو موت اس کا مقدر ہو گی۔ میراثی حکیم بن گیا، پہلے تو اسے کسی نے گھاس نہ ڈالی بالآخر گاؤں کا چوہدری ایسا بیمار ہوا کہ کسی حکیم کی دوا سے صحت یاب نہ ہوا، کسی نے کہا کہ جہاں اتنے حکیم دیکھ لئے اپنے میراثی کو بھی موقع دے دو، میراثی کو بلایا، کیا دیکھتا ہے کہ عزرائیل چوہدری کے پاؤں میں کھڑا ہے، بس میراثی کی آنکھیں چمک اُٹھیں، کہا تم لوگوں نے دیر تو بہت کر لی لیکن اب میں آگیا ہوں انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا، کوئی سفوف دے دیا اور ہفتہ دس دن میں چوہدری ٹھیک ہو گیا، بس پھر کیا تھا میراثی کے وارے نیارے ہو گئے اور رزق کی فراوانی، کسی مریض کو دیکھنے جاتا تو اگر عزرائیل سرہانے کھڑا ہوتا تو مایوس ہو کر آجاتا اور پیش گوئی کر دیتا کہ بہت دیر ہو گئی ہے، یہ نہیں بچے گا، اور اگر اُلٹ ہوتا تو کوئی بھی سفوف دیتا مریض صحت یاب ہو جاتا، میراثی کے کافی شاگرد بن گئے، ایک دن جو سو کر اٹھا تو عزرائیل کو سرہانے کھڑا پایا، تو فوراً سے چھلانگ لگا کر اپنی جگہ بدل لی، عزرائیل دوسری طرف آکھڑا ہوا، اور یوں میراثی کی چھلانگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور عزرائیل میراثی کے سر کی طرف چلا جاتا، شاگردوں نے حکیم صاحب کا یوں اچھلنا دیکھا تو میراثی کو پکڑ لیا، اس پر میراثی اللہ سے بولا، آج میں نے مرنا تو نہیں تھا، بس یہ شاگردوں نے مروادیا۔

ہمارے پاس سب سے مضبوط قوت "مضبوط نیوکلیائی طاقت" ہے لیکن اس کے باوجود ایک طاقت "کمزور نیوکلیائی قوت" ہے جو طاقتور قوت سے ایک ہزار ارب گنا کمتر قوت کی حامل ہے لیکن یہ مرکزے کو توڑ دیتی ہے۔ لطیفے کا مقصد یہ ہے کہ "کمزور نیوکلیائی طاقت" اور "برقی مقناطیسی طاقت" بہت زیادہ درجہ حرارت پر اصل میں ایک ہی ہیں۔ میکائیل عزرائیل ہے اور عزرائیل میکائیل ہے۔ ان دونوں طاقتوں کو ایک ثابت کرنے پر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو 1979ء کا نوبیل انعام ملا ہے۔ کم یا عمومی درجہ حرارت پر دونوں طاقتیں الگ الگ طور پر جلوہ افروز ہوتی ہیں۔

کمزور قوت ایک نیوٹران کو توڑ کر ایک پروٹان، ایک الیکٹران اور ایک نیوٹرینو میں تقسیم کر دیتی ہے، الیکٹران کو توڑ کر نیوٹرینو اور روشنی بنا دیتی ہے۔ مضبوط طاقت نیوٹران اور پروٹان اور دیگر بھاری ذرات کو جوڑے ہوئے ہے لیکن کمزور طاقت اس جوڑ کو توڑ دیتی ہے۔ نیوکلیائی تابکاری اس کی عام مثال ہے۔ سائنس دان مانتے چلے آئے ہیں کہ پروٹان کو موت نہیں، لیکن سلام صاحب کی ایک تھیوری ہے جس کے مطابق کمزور طاقت پروٹان کو بھی مار دیتی ہے۔ کمزور قوت کا یہ پیغام ہے کہ "ہر وجود کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔

neutron ——> proton + electron + neutrino

proton ——> positron + pion

positron ——> neutrino + W-boson

pion ——> 2 photons (light)

electron ——> neutrino + W-boson

تیر کے نشان کا مطلب، کمزور نیوکلیائی طاقت ہے۔ کمزور طاقت کا کام توڑ پھوڑ ہی نہیں، رات کو جگنو کا چمکنا بھی اسی قوت کا مرہون منت ہے۔

آخر پر ایک اور لطیفہ۔ سمجھا جاتا ہے اور پڑھایا بھی جاتا ہے کہ پروٹان ایک لافانی ذرہ ہے کیونکہ ابھی اس کے مرنے کی شواہد نہیں ملے، کلاس ٹسٹ تھا، استاد نے پروٹان کے بارے میں پوچھا تو ایک لڑکی نے لکھ دیا کہ پروٹان ایک فانی ذرہ ہے جسے موت ہے، استاد نے پوچھا کہ تم نے یہ بات کس بنیاد پر کہہ دی ہے تو لڑکی بولی "ایسا میرے ابا کہتے ہیں"۔ لڑکی سلام صاحب کی بیٹی تھی۔

References: Introduction to Electrodynamics by D.J.Griffiths, Introduction to Elementary

میری بہت ہی پیاری عظیم ہستی: "چودھری احمد دین صاحب"

خالدہ رانا، نارتھ جرسی

چودھری احمد دین صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ بائیں طرف سے چوتھی کرسی پر

آج میں ایک انتہائی پیاری شخصیت، نیک، مخلص، باوفا، نافع الناس اور بہت سی خوبیوں کی مالک عظیم ہستی کا ذکر خیر کروں گی۔ اس پیاری عظیم ہستی کا میرے ساتھ بہت خوبصورت اور انمول رشتہ تھا۔ میں وہ خوش نصیب ہوں جس کے وہ بہت ہی پیارے والد محترم تھے۔ آج وہ عظیم ہستی ہمیں چھوڑ کر اپنے خالقِ حقیقی کے پاس جا چکی ہے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جُدا ہے

میرے والد محترم چوہدری احمد دین صاحب 86 سال کی عمر میں 16/اپریل 2015ء کو جمعرات کے روز دوپہر 2 بجے کے قریب انتقال فرماگئے۔ ان کی وفات اوکاڑہ میں میری بڑی بہن کے گھر میں ہوئی۔ دو سال سے ڈمنشیا کا مرض لاحق تھا۔ 15 سال پہلے ان کا بائی پاس ہوا تھا۔ اُس کے بعد انہوں نے ماشاء اللہ صحت مند زندگی پائی۔

آپ مکرم حاجی غلام احمد آف کریام صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے نمبر کے بیٹے تھے۔ اپنے والد گرامی کی طرح ساری زندگی جماعتی خدمات میں گزاری۔ آپ چھوٹی عمر سے اپنی آخری بیماری تک مختلف جماعتی عہدوں پر کام کرتے رہے۔ آپ بطور نائب قائد ضلع فیصل آباد، زعیم اعلیٰ دارالذکر فیصل آباد، ناظم ضلع انصاراللہ، سیکریٹری تحریک جدید، سیکریٹری رشتہ ناطہ، جنرل سیکریٹری ضلع، طویل عرصہ والہانہ محبت اور جذبہ سے کام سرانجام دیتے رہے۔

آپ بطور ناظم ضلع انصاراللہ مسلسل 10 سال تک اوّل پوزیشن حاصل کرتے رہے۔ اور خلیفہء وقت کے دستِ مبارک سے انعام حاصل کرتے رہے۔ آپ نے اپنی زندگی کی آخری بیماری تک ہمیشہ بطور نمائندہ مجلسِ مشاورت شرکت کی۔

خداتعالیٰ کے فضل سے ہر سال انجمن یا تحریک جدید کی مالی سب کمیٹی کا ممبر منتخب ہوتے رہے۔

مجلسِ شوریٰ 31/مارچ1978ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو سب کمیٹی تحریک جدید، وقفِ جدید کا صدر مقرر فرمایا۔

اس کے علاوہ آپ نے فضل عمر فاؤنڈیشن تحریک میں بھی بطور سیکریٹری کام کیا۔ آپ کو 1968ء سے لے کر 1986ء تک فیصل آباد شہر کا 18 سال بطور آڈیٹر کام کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل عہدوں پر بھی کام کرنے کا موقع ملا: سیکریٹری تعلیمی بورڈ فیصل آباد۔ کنویئر کمیٹی تعلیم القرآن فیصل آباد، کنویئر کمیٹی زیبائش قبرستان فیصل آباد' قبرستان واقع ملّت روڈ، کنویئر زیبائش بیت الفضل فیصل آباد قاضی، صدر انجمن موصیاں، ممبر کمیٹی اشاعت قرآن، سیکریٹری وقفِ نو، ممبر تشخیص کمیٹی۔

الحمد للہ ان تمام شعبہ جات میں آپ نے اعلیٰ خدمات سر انجام دیں۔ دورانِ ملازمت بھی کبھی جماعتی کاموں سے پیچھے نہیں ہٹے تھے۔

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک موقع پر آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

"You will have to take your father's place."

ابا جان نے یہ الفاظ اپنی کتاب میں (جو انہوں نے دادا جان حاجی غلام احمد آف کریام کی حالاتِ زندگی پر لکھی تھی) درج کئے ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی ابا جان کے یہ الفاظ بھی درج ہیں کہ: "حضور کے ان مقدس الفاظ میں خدا معلوم کیا جادو بھرا تھا کہ مجھ جیسے کمزور اور عاجز بندے کو بفضلِ خدا سلسلہ کی اہم خدمات سر انجام دینے کی توفیق ملی، الحمد للہ۔

میرے والد محترم انتہائی نیک اور شفیق شخصیت کے مالک تھے۔ پانچ وقت کی نماز، تہجد، روزہ، قرآن پاک کی روزانہ تلاوت کے پابند تھے۔ تہجد کی نماز بیماری کی

چودھری احمد دین صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ بائیں طرف سے تیسری کرسی پر

حالت میں بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتے تھے۔ آپ باقاعدگی سے کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ،جماعتی لٹریچر، اخبارالفضل ، تمام جماعتی میگزین کا مطالعہ کرتے تھے۔ آپ نے اپنے گھر میں لائبریری بنائی ہوئی تھی۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے علاوہ تمام دینی کتب، دینی رسالے ترتیب وار رکھے ہوئے تھے۔

انتہائی خوش مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ عاجزی اور وسعتِ حوصلہ کی بہترین مثال تھے۔ مہمان نوازی میں اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ بہت سے عہدیدار دوروں پر آتے تو آپ کی رہائش گاہ پر قیام کرتے۔

میری والدہ محترمہ کے ساتھ ان کا سلوک انتہائی خلوص و محبت کا تھا۔ آپ نے اپنے بچوں کے تمام فرائض بہت اعلیٰ رنگ میں سرانجام دیئے۔ ہر ایک کے کام آنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ رشتہ ناطہ کے سلسلہ میں انہوں نے دوسروں کی بے حد مدد کی۔ آپ نے ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ اپنے ذاتی کاموں کا حرج کر کے دینی فرائض سرانجام دیتے۔ ریٹائر ہونے کے بعد زیادہ تر وقت جماعت کے کاموں میں خرچ کیا۔ جماعت کی سپورٹس میں شوق سے حصہ لیتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں اپنی رضا، قرب اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آمین۔

والد مرحوم' اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کی نماز جنازہ مکرم محمد الدین ناز ناظر تعلیم القرآن و وقفِ عارضی نے مسجد مبارک ربوہ میں پڑھائی۔ تدفین کے بعد امیر صاحب فیصل آباد مکرم شیخ مظفر احمد صاحب نے دعا کروائی۔ آپ کی غائبانہ نماز جنازہ دوسرے شہروں اور ملکوں میں بھی ادا کی گئی۔ جرمنی ہمبرگ کی مسجد میں، ٹورانٹو کینیڈا کی مسجد میں۔ امریکہ نارتھ جرسی مسجد میں حافظ سمیع اللہ صاحب (صدر جماعت نارتھ جرسی) نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ میرے والد محترم کے درجات بلند کرے، اور انکی بیوی بچوں کو صبر عطا کرے، آمین۔ اللہ تعالیٰ مجھے، میری والدہ محترمہ اور میرے تین بھائی اور تین بڑی بہنوں کو صحت والی زندگی دے اور اس دکھ بھرے وقت میں صبر عطا فرمائے، آمین۔

چودھری احمد دین صاحب افسرن جماعت کے ساتھ بائیں طرف سے دوسری کرسی پر

پروفیسر رشیدہ تسنیم سے وابستہ مرحومہ کے بچوں کی پیاری یادیں

اہلیہ مرحومہ رشیدہ تسنیم خان صاحبہ کو گزرے ہوئے تقریباً چار سال ہو چلے، اس دوران مرحومہ کے بچے اپنی والدہ سے متعلق یادوں کو اپنے اپنے انداز میں سمیٹ کر مرحومہ کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ مرحومہ کے لئے دعا کی درخواست کے ساتھ ان بچوں کی یادوں پر مشتمل یہ مضمون النور میں اشاعت کے لئے بھیج رہا ہوں۔ جزاکم اللہ

خاکسار پروفیسر محمد شریف خان، فلاڈلفیا

امی جان (محمد ظفر اللہ خان، فرزند)

چون مادرِ من بزیرِ خاک است
گر خاک بسر کنم چہ باک است
اے مادرِ من کُجائی آخر
روی از چہ نمی نمائی آخر

(امیر خسرو)

جب میں والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھنے بیٹھا ہوں تو مجھے امیر خسرو کی مندرجہ بالا شعر سے شروع ہونے والی رباعی یاد آ رہی ہے: "آج میری ماں منوں مٹی کے نیچے آرام کر رہی ہے، اگر میں اس کی یاد میں خاک بسر ہو جاؤں تو کیا ہرج ہے! اے پیاری ماں! تو مجھے اپنا چہرہ کیوں نہیں دکھاتی؟ جہاں جہاں تیرے قدموں کی خاک بکھری ہے، وہ جگہ میرے لئے بہشت ہے۔ تیری ذات میری جان کی محافظ اور میرا سہارا تھی۔ وہ کیا دن تھے، تیرے ہونٹوں سے میری بہتری کے لئے نکلی نصائح نے آج بھی مجھ سے تیری محبت کا پیوند برقرار رکھا ہوا ہے، اور خاموش زبان میں مجھے یاد دلاتی رہتی ہیں"۔

خالقِ حقیقی نے ماں اور بچے کے تعلق میں رواں دواں انسانی زندگی کی ضمانت رکھی ہے، جو انسانوں کے درمیان باہمی محبت و موّدت کی بنیاد ہے۔ زندگی کے جھمیلوں سے فرصت کا ہر لمحہ انسان کو ماں کی پُر سکون جھولی میں لا ڈالتا ہے۔

امی جان کو گئے چار سال ہو چلے، اب جب میں لکھنے بیٹھا ہوں میرا ضمیر کچوکے لگاتا ہے: اچھا تو نے ماں کی اپنی من پسند باتیں تو یاد رکھ لیں، مگر ان باتوں کا کیا حساب جنہیں تم وقت پر سمجھ نہ سکے تھے؟ اگرچہ امی کی جدائی کا زخم ساری عمر تازہ رہے گا، اُن تمام باتوں کا احاطہ کرنے کے لئے مجھے زیادہ حوصلہ درکار ہے۔ امی کی آخری بیماری کی تکلیف نے میرے ذہن کو متاثر کیا ہے اور میرے لئے اُن دکھی دنوں سے پیچھے دیکھنا اتنا آسان نہیں، مگر پھر بھی میں بساط بھر کوشش کر رہا ہوں۔

میری ماں بہت دلیر اور باحوصلہ خاتون تھیں، جس کا مظاہرہ ہم بچوں نے بہت سے مواقع پر دیکھا۔ جامعہ نصرت ربوہ کے قومیائے جانے کے بعد جب امی پرنسپل بنیں تو غیر از جماعت سٹاف نے حسبِ توفیق سخت مخالفت کی۔ امی جس حد تک بن پڑا درگزر اور ملائمت سے کام لیتی رہیں۔ اس دور میں محکمہ تعلیم پنجاب کی واضح پالیسی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے جامعہ نصرت میں کسی احمدی خاتون کی تعیناتی پرنسپل کے عہدے پر نہ ہو۔ اور بہت دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ مگر ایک وقت وہ بھی آیا کہ ملاؤں کے پراپیگنڈے کے باعث غیر از جماعت خواتین نے ربوہ کے کالج میں تعیناتی سے صاف انکار کر دیا اور مجبوراً سینئر احمدی پروفیسرز کو یہ عہدہ دینا پڑا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے جیدا خالہ (محترمہ امتہ المجید صاحبہ اہلیہ محترم و مکرم ڈاکٹر ناصر احمد خان پرویز پروازی) ایکٹنگ پرنسپل بنائی گئیں اور ان کے بعد امی کی باری آئی تو ربوہ ٹرین سٹیشن کی مسجد کے مُلانے خطبے میں سخت بدزبانی کی، اور غیر احمدی سٹاف سے احمدی پروفیسرز کے برے سلوک کے گھٹیا الزامات لگائے۔ ان الزامات پر مشتمل خبریں پاکستان کے بعض معروف اخباروں میں بھی منظرِ عام پر لائی گئیں اور امی اور جیدا خالہ کو جنونی قادیانی جیسے القاب سے نوازا گیا۔ اس وقت ان دونوں سہیلیوں نے بہت حوصلے اور ضبط سے کام لیا۔

امی میں سادہ مزاجی بھی کمال کی تھی۔ انہی دنوں کا قصہ ہے کہ ریجن کا ایجوکیشنل ڈائریکٹر حالات کا جائزہ لینے آیا اور امی سے پوچھا میں نے سُنا ہے آپ نے سیرت النبیؐ کے اجلاس کی صدارت ایک غیر مسلم سے کروائی ہے۔ امی نے کمال سادگی سے جواب دیا کہ نہیں جناب، ہم نے تو اپنی جماعت کے دوسرے خلیفہ (حضرت خلیفہ ثانیؓ) کی اہلیہ (حضرت سیدہ چھوٹی آپا) کو دعوت دی تھی۔ یہ واقعہ سنا کر امی بعد میں خود بھی لطف اندوز ہوتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ جواب دیتے ہوئے مجھے یہ خیال ہرگز نہ آیا کہ میں تو ڈائریکٹر کے لگائے ہوئے الزام کی تائید کر رہی ہوں۔ خدا تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس نے امامِ زمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت میں یہ مخالفت برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ خدا تعالیٰ اپنے محبوب، نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے امی کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے۔ آمین۔

امی کی شعر فہمی غضب کی تھی۔ لڑکپن سے میری طبیعت شاعری کی جانب راغب دیکھ کر مجھے کالج کی لائبریری سے اکثر شعری مجموعے لا دیتیں، اور کہا کرتیں کہ مجھ سے فارسی پڑھ لو۔ فارسی کے کچھ شعراء سے متعارف کروایا۔ اکثر عمدہ اشعار

پر نشان لگا دیتیں اور مطلب پوچھتیں، اگر میری وضاحت میں کمی نظر آتی، جو عموماً ہوتی تو خود وضاحت کرتیں۔ امی از حد ملنسار، زبردست حسِ مزاح کی مالک اور انسانی تعلقات کے سلسلے میں بہت زود حس اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔ امی اور جیدا خالہ کی دوستی اس قدر روشن اور باہمی محبت اور مودّت سے بھری تھی کہ جس کی مثال میرے لئے ڈھونڈنا مشکل ہے۔ دونوں کا آپس میں ہمیشہ ایک اٹوٹ اور گہرا تعلق رہا۔ جیدا خالہ (خدا تعالیٰ انہیں لمبی صحت والی زندگی دے) کالج کے انتظامی معاملات میں ماہر تھیں اور ہمیشہ امی کی مددگار رہیں۔ میں نے امی اور جیدا خالہ کے باہمی تعلق پر بساط بھر غور کیا، ایسے لگتا تھا کہ یہ دونوں ایک ہی گوہر کے ٹکڑے ہیں، جن کو قسامِ ازل نے الگ الگ گھروں میں بانٹ دیا ہے۔

امی کی سیرت کا اہم پہلو ان کی قرآنِ کریم اور کتبِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت تھی۔ ربوہ میں اپنے قیام کے دوران مرحوم قاری محمد عاشق صاحب کے درسوں میں شامل ہو کر قرآن کریم کی درست قرأت سیکھی۔ امریکہ آکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے سارے قرآن کریم کے ترجمہ اور مختصر تفسیر والے درس بار بار مکمل طور پر سُنے۔

ایک واقعہ امی کی زندگی کے آخری دن کا ایسا ہے جس کو میں مرتے دم تک نہیں بھُلا سکتا۔ جس روز امی کی وفات ہوئی اس دن صبح جب میں ان کے کمرے میں پہنچا تو امی کی حالت جو پچھلی رات سے مزید بگڑ چکی تھی اور نرس نے ہمیں ایک طرح سے اس بات کا عندیہ دے دیا تھا کہ اب یہ انکا شاید آخری وقت ہے۔ مجھے دیکھا تو امی نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میرے لئے دُعا کرو۔ مجھے کسی نے قرآن کریم تھما دیا کہ میں سورۃ یٰسین کی تلاوت کروں۔ میرے ساتھ میرا بھائی مسعود بیٹھا رندھی ہوئی آواز میں تلاوت کر رہا تھا کہ امی نے اچانک سر اُٹھایا اور بھائی کو یا شاید مجھے اشارہ کیا کہ قرآن میرے قریب لاؤ اور ایسے اشارہ کیا کہ میں سمجھ گیا کہ امی کو قرأت کی درستی پر شبہ ہے۔ اور وہ تصحیح کرنا چاہتی تھیں مگر اپنی بگڑتی حالت کے سبب بول نہیں سکتی تھیں۔ دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم سے اس قلبی تعلق کے صدقے میری پیاری والدہ کی مغفرت کرے اور انکو اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین۔

مجھے امی کو یاد کرتے ہوئے فیضی کا ایک شعر یاد آرہا ہے:۔

خون کہ از مہر تو شُد شیر و بطفلی خوردم
باز خون گشتہ و از دیدہ بروں می ریزد

"اے میری والدہ، تیرا خون جو مجھ سے محبت کے باعث دودھ بن گیا تھا اور جو میں نے عالمِ طفلی میں پیا، وہ اب تیری جدائی کے غم میں دوبارہ خون بن کر اس غم میں میری آنکھوں سے بہہ رہا ہے۔ (یعنی وہ تعلق جو بچے کے دل میں اپنی ماں سے ہوتا ہے اور ماں کی جدائی میں خون کے آنسو رُلاتا ہے، وہ بھی ماں کی محبت کی دین ہے)۔

میں اپنی مرحومہ والدہ کی مغفرت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کا اس مالکِ حقیقی سے جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے، ہر دم طلبگار ہوں اور تمام عمر رہوں گا۔ وہی ہے جس نے ماں کو اپنے اور انسان کے درمیان تعلق کا روشن آئینہ بنایا ہے۔ آمین ثم آمین۔

میری امی جان (محمد مسعود خان، فرزند، کیلگری کینیڈا)

امی جان کو قرآنِ شریف سے بہت پیار تھا۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہم سب بچوں کو قرآنِ کریم پڑھنے کی تلقین کرتیں۔ امی کے زیر مطالعہ قرآنِ کریم کا نسخہ میرے بیٹے دانیال کے پاس ہے جس پر امی نے جگہ جگہ حاشیہ میں نوٹس وغیرہ لکھے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا میں نے اپنے سب بچوں کے گھروں میں قرآنِ شریف ختم کیا ہے۔ بیماری کے باوجود اپنے پوتوں، پوتیوں کو قرآنِ شریف مسلسل پڑھایا، بچوں سے قرآنِ کریم سنتیں اور اصلاح فرماتیں۔ اسی طرح مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اگر کوئی اچھی تحریر پڑھتیں تو فون پر ہر کسی کو بتاتیں، اور اس طرح نیکی پھیلاتیں۔ ہم میں دراصل اردو شاعری اور اردو ادب کا شوق امی جان سے آیا ہے۔ گرمیوں کے لمبے دنوں میں دوپہر کے بعد میں اکثر آپ سے غالب یا کسی اور شاعر کے شعر کا ترجمہ پوچھتا تو بڑے ہی احسن انداز میں اس کی تشریح کرتیں جس سے اور بھی پڑھنے کی طرف توجہ ہوتی۔

ہماری اچھی تعلیم کے لئے بہت کوشش کی، جہاں تک ممکن ہوا، بہترین سے بہترین پڑھائی کے لئے بچوں کو ہمت دلاتی رہیں۔ اور ہمت نہ ہارنے اور محنت کی تلقین کرتیں رہیں۔ مجھ سے ہمیشہ فون پر میرے کام کے بارے میں تفصیلات پوچھتیں، اور پیارے انداز میں نصائح کرتیں۔ امی کی سب سے بڑی خوبی سب کے ساتھ نباہ کر رکھنا تھا۔ کسی کو اپنے سے کم تر نہ سمجھا، ہمیشہ کوشش ہوتی کہ سب کے ساتھ اچھے مراسم رہیں۔ جب کوئی مہمان آنا ہوتا تو بڑی کوشش سے گھر کو صاف کرواتیں، اور ہر ممکن طریق سے خاطر تواضع کرتیں۔ کئی غریب اور ضرورت مند لوگ آپ سے ملکر لمبی لمبی باتیں کرتے اور اپنی مشکلات بتاتے۔ مجھے حیرت ہوتی کہ کس طرح لوگوں کی لمبی لمبی باتیں توجہ سے سن لیتی تھیں۔ کئی ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کیں، کئی لڑکیوں کی شادیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بلکہ شادیاں کروائیں۔ دوستیاں خوب نباہتیں تھیں۔ امی کی سہیلیاں امی کی خوش مزاجی کی وجہ سے اکثر ان سے ملنے آتیں اور لمبی محفلیں جمتیں۔

کالج میں ملازمت کا زمانہ بھی بہت اچھے طریقے سے گزارا۔ یہ کوشش ہوتی کہ کالج خوبصورت لگے۔ اور وہاں مختلف قسم کے پھول اور پودے لگوائے۔ اکثر فیصل آباد جاکر پودے خرید لاتیں۔ اور کالج میں اپنی نگرانی میں لگواتیں۔ اپنے سٹوڈنٹس کے ساتھ بہت دوستانہ تعلقات تھے۔ اکثر ان میں سے آپ سے جب ملتیں اور اپنے حالات آپکو بتاتیں تو آپ انکو مشورہ دیتیں۔ اسی طرح گھر کے ملازمین کے ساتھ بہت اچھا سلوک تھا، کوشش کرتیں گھر میں کام کرنے والیوں کو ہر روز کچھ نہ کچھ دے کر ہی بھیجیں۔ ہر ایک سے، اپنے خاندان والوں سے اور اپنے سسرال سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ کوشش ہوتی کہ اپنا حق چھوڑ کر دوسروں کو خوش کرلیں اور تعلقات خراب نہ ہوں۔ لین دین کے معاملات کو ہمیشہ بہت صاف رکھا۔ اول تو کوشش کرتیں کہ قرضہ نہ لیں، اگر ایسا کبھی ایسا شاذ ہو بھی جاتا تو کچھ زیادہ ہی واپس لوٹا دیتیں، تاکہ کسی کو کوئی شکوہ نہ ہو۔

آپ کی بڑی خوبی جو میرے لئے مشعلِ راہ ہوئی، وہ آپ کا مشکل سے مشکل حالات سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ تھا۔ سخت بیماری میں بھی زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارا۔ خود تکلیف کاٹ لی، دوسروں کو تکلیف میں نہیں ڈالا۔ جو کچھ آپ کے پاس تھا، اپنی اولاد میں بانٹ دیا اور خدا کی راہ میں دے دیا۔ خدا تعالیٰ امی کی قربانی قبول فرمائے۔ آمین۔

رب ارحمھُما کما ربَّیٰنِی صغیرا

جہاں جاتیں وہاں جو پہلی چیز جسے آپ سراہتیں وہ وہاں کے پھول اور پھل ہوتے۔ پھولوں کے پودوں سے تو انتہائی پیار تھا۔ باہر سیر پر جاتے ہوئے پھولوں سے لدے درختوں کو خوب غور سے دیکھ کر انکی تعریف کرتیں۔ ربوہ کے گھر میں بہت توجہ اور کوشش سے پھولوں اور پھل کے درخت لگوائے اور ان کا خیال رکھا۔

دعا ہے خدا تعالیٰ میری پیاری امی کی تمام دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اپنے حضور اپنی رضا کے پھولوں اور پھلوں سے لدی جنت میں اعلیٰ درجات سے نوازے، اور ہمیں آپ کے نیک نمونے کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

میری پیاری امی (راشدہ سعدیہ احمد، بیٹی، جرمنی)

آج میں یاد کر رہی ہوں اپنی والدہ مرحومہ پروفیسر رشیدہ تسنیم صاحبہ کو، تو انکے ذکر کے ساتھ ہی میرے دل و دماغ میں بے شمار خوبصورت یادیں لئے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر رواں دواں ہو گیا ہے، جو اپنے بہاؤ میں میرے بچپن، جوانی اور اب تک کی بے شمار خوبصورت یادوں کو لئے ہوئے اُمڈ آیا ہے۔ میری زندگی کے ہر لمحے میں، ہر واقعہ میں انکی یاد چھپی ہے، ہر واقعے میں انکا ذکر پہلے آتا ہے۔ میری زندگی کے ہر پہلو میں انکی دعائیں اور پیارے پیارے مشورے ہمیشہ میرے اور میرے بچوں کے ہمراہ ہیں، اور انشاء اللہ رہیں گے۔

امی اور ابو کے امریکہ آنے کے بعد سے اور خاص طور پر پچھلے پانچ چھ سالوں سے تقریباً روزانہ ہی ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ رہتا تھا۔ ٹیلیفون نے میلوں کی دوری کو مکمل طور پر ختم کر دیا تھا۔ معمول کی گپ شپ کے علاوہ امّی سے ہی خاندان میں سب کی خیر و عافیت پتہ چلتی رہتی۔ اسکے علاوہ امی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی "درس القرآن کلاس" کو بے حد شوق کے ساتھ کمپیوٹر پر لگوا کر دیکھتی تھیں۔ پھر قرآنِ کریم کی مختلف سورتوں یا آیات کا ترجمہ مجھے بہت شوق سے سناتیں، ساتھ ساتھ تاکید بھی ہوتی تھی کہ میں بھی ٹائم نکال کر ضرور اس نعمت سے مستفید ہوں، لیکن میں اکثر بہت ہی کم وقت نکال پاتی تھی۔ پہلے پہل تو امی نے مجھے مختلف لوگوں کی جنہوں نے امی کے بتانے پر درس القرآن کلاسز انٹرنیٹ پر سننی شروع کیں، بہت مثالیں دیں، لیکن پھر میری نااہلی اور نالائقی سے تنگ آکر انہوں نے خود یہ وطیرہ بنا لیا کہ روزانہ مجھے قرآن مجید کی کسی سورۃ یا آیت کی تفسیر سناتیں۔

ہمارے جماعتی حلقے میں تعلیمی نصاب میں دُرِّثمین کی نظموں کا حصہ ہوتا ہے، اسے سمجھنے کی مشکل کو بھی اکثر امی ہی دور کرتیں، میں امی سے فون پر نظم کی تشریح پوچھ کر اجلاس میں سناتی۔ میری ماں نہ صرف یہ کہ ایک بہترین ماں تھی، بلکہ میرے لئے ایک بہترین استاد بھی تھی۔ میرے دوسرے بیٹے نعمان احمد کی پیدائش پر 1995 میں جب ربوہ سے جرمنی آئیں تو یہاں یہ اس نوعیت کی پہلی کلاس تھی۔ خدا تعالیٰ کا امی پر ایک خاص فضل یہ تھا کہ ایک شاندار یادداشت کے ساتھ انہیں نوازا تھا۔ دورانِ تلاوت قرآن پاک تفسیر صغیر اور کبیر سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جو تشریح کی ہے وہ امی کو عین وقت پر یاد ہوتا تھا۔ قرآنِ مجید سے ایک انوکھا محبت کا تعلق تھا، جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

امی نے اپنی شدید بیماری میں بھی تلاوتِ قرآن پاک نہیں چھوڑی، کبھی اپنی بیماری کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیا۔ شدید تکلیف میں بھی جو لمحہ pain killer کی بدولت سکون کا ہوتا کوئی نہ کوئی مضمون لکھنا شروع کر دیتیں، یا کسی کتاب کا مطالعہ کرتی رہتیں۔

میری بھتیجی عزیزہ سمن عائشہ خان سے بے شمار پیار کرتی تھیں۔ گو اپنے ہر پوتے، پوتی نواسوں اور نواسی سے بے حد محبت تھی، لیکن سمن ان کے پاس رہتی تھی، تو جو کھلونے کی طرح ان کا دل بہلاتی رہتی تھی۔ کبھی امی اس کے ساتھ کوئی

کھیل کھیلتیں یا پھر اس کی گڑیوں کے پٹولے سیتی رہتیں۔ عزیزہ ایمن کے لئے تو امی نے ایک دفعہ سوٹ کاٹ لیا تھا، لیکن سلائی مشین عین وقت پر خراب ہو گئی۔ پھر امی نے اس سوٹ کو ہاتھ سے ہی مکمل کیا۔ جب سارے بچے اکٹھے ہوتے تو بہت خوش ہو تیں، اور ہر لمحے ان کے لئے دعائیں کرتی رہتی تھیں۔ خدا تعالیٰ ہر بچے کو انکی دعاؤں اور خدا کے فضلوں کا وارث بنائے۔ عزیزہ سارا کو دیکھ کر اکثر کہتیں کہ تم اتنی لیٹ آئی ہو کہ میں تمہیں گود میں بھی اٹھا نہیں سکتی۔ خدا تعالیٰ اس بچی کو بھی صحت والی زندگی دے اور خادمِ دین اور ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے، آمین ثم آمین۔

آج جب میں بیٹھ کر اپنا بچپن یاد کرتی ہوں، تو میری یادوں میں امی کی گھر میں تیزی سے صفائی کرتے ہوئے وجود کی تصویر ابھرتی ہے۔ ہمیشہ بے شمار کاموں میں مصروف، روزانہ کالج جانے کے علاوہ گھر کی صفائی ستھرائی کو ایک تنقیدی نظر سے دیکھتی تھیں۔ اکثر ماسی نیامتے کے دیر سے آنے پر خود ہی جھاڑ پونچھ میں لگ جاتی تھیں۔

امی کو اپنے سب بہن بھائیوں سے بھی شدید محبت تھی۔ ہم کیونکہ ننھیال کے قریب تھے، اس لئے خالہ وغیرہ سے گپ شپ بھی ساتھ رہتی تھی۔ امی نے ان سب کو بے حد محبت دی انکے لئے ہر لمحے پریشان اور دعا گو رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سب ہماری پیاری خالائیں آج امی کی وفات کے بعد بھی وہی وفا اور محبت کا تعلق قائم رکھے ہوئے ہیں۔ حفیظہ خالہ، باجی خالہ، بچھو خالہ اور پیارے ماموں طیفو اور ننھی ممانی۔ خدا تعالیٰ ان سب کو صحت والی لمبی زندگی عطا کرے، اور ہر قسم کی تکالیف سے بچائے رکھے۔ آمین ثم آمین۔

میں اپنے بچپن کی یادوں کا کچھ ذکر کر رہی تھی۔ جن میں ہمیشہ ہی امی کو میں نے کسی نہ کسی کام میں مصروف دیکھا۔ امی کی طبیعت میں ایک خاص قسم کی نفاست اور رکھ رکھاؤ تھا، یہ نفاست ہمارے سارے گھر کے علاوہ امی کے لباس میں بے حد شدت سے نظر آتی تھی۔ جو بھی ہمارے گھر آتا تو صحن میں لگے خوبصورت رنگدار موسمی پھولوں اور خوبصورت پودوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ خود میرے کالج کے زمانے میں میری ایک سہیلی فقط اس نیت سے ہمارے گھر آتی تھی کہ امی کے خوبصورتی سے اکٹھے کئے ہوئے نادر پودوں کی کچھ ٹہنیاں اپنے گھر میں لگانے کے لئے لے جاسکے۔ شام کے وقت خاص طور پر اور weekends پر بھی، ضرور صفائی کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔ ہم سب بچوں نے صاف ستھرا لباس پہنا ہو، انہیں اس چیز کا بہت شوق تھا۔ لیکن ظفر بھائی کو چھوڑ کر ہم سب بہن بھائی اکثر انکی کی کرائی محنت پر پانی مٹی میں کھیل کر ڈال دیتے تھے۔ اس وجہ سے اکثر انہیں ہمارے بچپن میں کالج کی پروفیسرز جو اگر کہیں اچانک ہمارے گھر آ جاتی تھیں کے سامنے کافی شرمندگی اٹھانا پڑتی تھی۔ وہ کچھ کہتیں کہ نہ کہتیں، لیکن امی بے حد شرمندگی محسوس کرتی تھیں، حتّٰی کہ اپنی شدید بیماری میں بھی اگر ہم میں سے کوئی بے توجہی سے کپڑے بدلے بغیر ان کے سامنے چلا جاتا تو فوراً ٹوکتی تھیں کہ "جاؤ پہلے کنگھی کر کے، منہ دھو کر اچھے سے کپڑے پہن آؤ"۔ مجھے تو شادی کے بعد کبھی کپڑے پاکستان سے منگوانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ ابو کے اور میرے کپڑوں کو خاص طور پر پاکستان سے منگواتی تھیں۔

میں فطری طور پر اپنے ابو کی طرح حال مست مال مست رہنے والا بندہ ہوں (میرے خیال میں!)۔ اپنی زندگی کے اور بچوں کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں اتنی مصروف ہوں کہ کبھی مختلف کورسز وغیرہ یا زندگی میں کوئی بڑی achievement پانے کا کبھی میں نے نہیں سوچا۔ لیکن امی کا میرے بارے میں پتہ نہیں کیا کیا جی چاہتا تھا۔ اکثر مجھے اپنے ایسے جاننے والوں کے قصے سناتیں جنہوں نے پاکستان سے آکر امریکہ میں پڑھا اور اپنے آپ کو اچھی طرح سیٹ کیا، اور ڈرائیونگ سیکھ کر خود مختار ہو گئیں۔ یہاں جرمنی میں آکر مختلف کورسز میں نے کیا کرنے تھے، اس لیے امی اس سلسلے میں تو مکمل طور پر مجھ سے مایوس ہو چکی تھیں۔ البتہ دو باتوں پر امی باوجود اپنی بیماری کے مجھے مسلسل کہتی رہیں، اور جب تک یہ دونوں نہ ہو گئیں امی کو چین نہیں آیا۔ ان میں سے پہلی، میں بلڈنگ کی چوتھی منزل پر رہ رہی تھی۔ اسکا انہیں سخت فکر تھا، کہ کیسے اوپر نیچے میں اور بچے آتے جاتے ہوں گے۔ مجھے بار بار کہہ کر اور مسلسل دعائیں کر کے آخر ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی لوکیلیٹی میں 2009 میں گراؤنڈ فلور پر مکان مل گیا، جس پر بہت خوش ہوئیں۔

دوسری بات جس پر آپ نے بہت اصرار کیا وہ تھی کہ میں ڈرائیونگ سیکھوں انہیں اس کا بے حد شوق تھا، کہ میں خود بازار وغیرہ اور عزیزہ طوبیٰ کو سکول چھوڑنے جایا کروں۔ جس طرح سخت سے سخت اور بے حس سے بے حس پتھر پر پانی پڑتا رہے تو وہ بھی پگھل جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے امی کی یہ دیرینہ خواہش بھی پوری ہوئی۔ حیران ہوتی ہوں پیاری امی کس طرح میرے اور میری فیملی کے کل کی بہتری کے لئے اپنے حال احوال سے بے نیاز دور اندیشی سے سوچتی اور دعائیں کرتی رہتی تھیں:

رب ارحمهُما كما ربّيٰنی صغيرا

میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتی ہوں جو ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئی جہاں پر مذہبی اور معاشرتی اقدار کے علاوہ بے شمار رحمت اور توجہ بھی مجھے ملی۔ میں اکثر اپنا احتساب کرنے کے لئے اپنا بچپن یاد کرتی ہوں کہ کیا قرضہ حسنہ اچھی تعلیم و تربیت اور گھریلو محبت اور خود اعتمادی کے طور پر میرے ماں باپ نے جو دیا، آیا میں

بھی یہ قرض اپنے بچوں کی تربیت کر کے اتار رہی ہوں۔ کیا جن قدروں کے ساتھ ہماری تربیت ہوئی، میں بھی وہی محبت اور قدریں اپنے بچوں کو واپس لوٹا رہی ہوں؟

امی نے مجھ سے ہمیشہ یہی چاہا کہ میں اپنی اولاد کی بہترین طریقوں پر تربیت کروں، اپنی وہ محبت اور خود اعتمادی دوں جو مجھے میرے ماں باپ نے دی۔ وہ ہمیشہ کہتی تھیں کہ "ماں باپ کو بچوں کی ہمیشہ راہنمائی کرنی چاہئے۔ انکے ساتھ ساتھ لگے رہنا چاہئے۔ اور کبھی بھی زندگی میں کسی کام کو ناممکن یا بڑا انہیں سمجھنا چاہئے، کیونکہ اس طرح خداداد صلاحیتوں کی ناقدری ہوتی ہے۔ قیامت کے روز خدا تعالیٰ پوچھے گا کہ اے میرے بندے! میں نے جو صلاحیتیں تمہیں دی تھیں کیا تو نے ان کا مکمل استعمال کیا؟" باتیں تو بے شمار ہیں، ان گنت قصے ہیں، میری زندگی کی ہر اچھی یاد کے ساتھ امی کی کوئی نہ کوئی بات وابستہ ہے۔ اپنی جان لیوا بیماری میں جبکہ مجھے یقین تھا کہ وہ انشاءاللہ ٹھیک ہو جائیں گی، روزانہ جب وہ مجھے چار یا پانچ بجے شام فون کرتیں تو مستقبل سے متعلق بے شمار نصیحتیں کرتی تھیں۔ اپنے بیٹوں، بہوؤں اور ان کے بچوں سے بہت خوش اور مطمئن تھیں۔ ابو جان کی صحت کے بارے میں بہت فکر مند رہتی تھیں۔ کبھی بھی نہیں چاہتی تھیں کہ انکا کام کوئی اور کرے، لیکن بیماری کے ہاتھوں مجبور تھیں۔ سعدیہ بھابھی، راشد بھائی، ظفر بھائی، کرن بھابھی، نے ان کی بڑی خدمت کی، اللہ تعالیٰ انہیں اسکا اجرِ عظیم دے، اپنی ہر قسم کی راحتیں اور نعمتیں عطا فرمائے، اور انکے بچوں کی طرف سے انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہیں۔ خدا تعالیٰ میرے پیارے ابو جان کو بھی صحت والی زندگی عطا کرے، آمین۔ ٭٭

میری یادیں (رفیق احمد خالد، داماد، جرمنی)

چچی جان مرحومہ کے ساتھ جو میری یادیں وابستہ ہیں انکا ذکر کرتا ہوں۔ میرے والد مرحوم ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب گورنمنٹ ہاسپٹلز میں ڈاکٹر تھے اور ہر دو اڑھائی سال بعد ان کی تبدیلی کسی اور شہر میں ہوتی رہتی تھی، اس لئے ہمارا باقی خاندان سے رابطہ کبھی کبھی ہوتا تھا۔ ربوہ میں صرف جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہی ہمارا آنا ہوتا تھا، اس لئے میری چچاجان کے خاندان سے جان پہچان بہت لیٹ ہوئی۔ پھر میں 23-24 سال کی عمر میں جرمنی آ گیا۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پھر ہمارے گھرانوں میں میری شادی سے ایک نیا رشتہ قائم ہوا، چچاجان اور چچی جان کی بیٹی سے میری شادی ہو گئی۔ یوں پہلی دفعہ چچی جان سے میری جان پہچان ہوئی، انکی ہنس مکھ سادی اور کھلی طبیعت مجھے بہت پسند آئی۔ کسی بات کو بھی ڈھکے چھپے طریقے سے نہیں کرتی تھیں، بلکہ ہر بات بہت صاف کہہ دیتی تھیں۔

جرمنی میں ہم کہیں بھی جاتے تو کار کے سفر سے اور باہر کے قدرتی نظاروں سے بہت لطف اندوز ہوتیں۔ fishing میری ہابی ہے، اکثر ہم چچی جان کو ساتھ لے کر مچھلیاں پکڑنے جاتے۔ اسی دوران نئے سال کے موقعے پر میرے ایک جرمن دوست نے ہمیں اپنی موٹر بوٹ پر invite کیا جس میں بیٹھ کر دریائے Main کے کنارے پر ہونے والی آتش بازی کو بہت enjoy کیا۔

فرینکفورٹ کے Palm Garden بھی ہم چچی جان کے ساتھ گئے۔ وہاں پر بہت خوبصورت انداز میں دنیا کے مختلف علاقوں کے پھولوں، پودوں اور درختوں کو بڑے بڑے شیشے کے houses میں خوبصورت انداز میں اُگایا گیا ہے۔ چچی جان ہر پودے کو سراہتیں، اس طرح اس ٹرپ کو بہت انجوائے کیا۔

جب بھی ہمارے ہاں آتیں، کھانا پکانے کا مکمل کام اپنے ذّمے لے لیتیں، اگر طبیعت کبھی خراب ہوتی تو ہمیشہ کہتیں کہ اگر میں کچھ پکاؤں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔ پلاؤ بریانی تو انکے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ ان کے ہاتھ کی بریانی اور کڑہی تو میں کبھی نہیں بھولوں گا۔

اپنے نواسوں اور نواسی سے بہت محبت تھی، ان کی تربیت کا بے حد خیال رکھتیں۔ عثمان کی آمین بھی انہوں نے آ کر کی۔ چچی جان ہمارے پاس جرمنی میں چار دفعہ آئیں، ہر بار ان کے لئے یہ لمبا سفر بہت تکلیف دہ ہوتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ مغفرت کرے اولاد کی خاطر ہر قسم کی سفر کی مشکل سے گزر جاتی تھیں۔

اُردو اور فارسی کا کوئی مشکل سے مشکل شعر ہو، اسکی تشریح بہت آسانی سے خوبصورت انداز میں کرتی تھیں۔ قرآن پاک کی تلاوت صحیح ترتیل کے ساتھ، اسکے ترجمے اور تشریح سے عشق تھا۔ اپنی صحت، خوراک اور سیر وغیرہ کا خیال رکھتیں کہ ہمارے لئے حیرت کی بات تھی۔ شائد اسے ہی تقدیرِ الٰہی کہتے ہیں کہ اچھے اور نیک لوگ اپنے مالکِ حقیقی کے پاس چلے جاتے تو ہیں، لیکن اپنے پیچھے ایک بڑا خلاء چھوڑ جاتے ہیں، اور انکی پیاری پیاری یادیں ہمیشہ کے لئے ان سے محبت کرنے والوں کے دلوں میں رہ جاتی ہیں۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ چچی جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اور ہمیں توفیق دے ہم مرحومہ کی نصیحتوں اور پیارے نمونے پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین ثم آمین۔

الحمدللہ (محمد راشد زبیر خان، فرزند۔ فلاڈلفیا)

میں جب بھی اپنی امی کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو میرا دل الحمدُ للہ ربّ العٰلمین پر خدا تعالیٰ کے احسان اور اسکی بے شمار عنایتوں سے حمدِ باری سے بھر جاتا ہے، جس نے مجھے اتنی پیاری اور شفیق ماں بغیر مانگے دی۔ جس کی محبت کا ذکر کرتے ہوئے میری آنکھوں کے سامنے بے شمار واقعات فلم کی طرح آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ ان خوشگوار یادوں کے لطف سے میرا دل خدا کے شکر سے بھر جاتا ہے۔ انہی یادوں کو تازہ کرنے کے لئے آج لکھنے پر مجبور ہوا ہوں۔ اس

اُمید پر کہ شاید ان یادوں سے جو کمی آج اتنی محبت کرنے والے وجود کے جانے سے ہوئی ہے، اس کا کچھ مداوا ہوسکے۔ امی کے جانے سے میری زندگی بے شمار رنگوں سے محروم ہوئی ہے، شائد اُن کو یاد کر کے تھوڑا سا رنگ پھر بھر سکوں۔ شاید میری کوشش اس میں کامیاب نہ ہوسکے، مگر کم از کم اپنی ماں کی "بار بار کوشش" کرنے کی نصیحت پر ہی عمل کر سکوں!

بہن اور بھائیوں میں سب سے چھوٹا ہونے کے ناتے امی کے ساتھ میں نے سب سے زیادہ وقت گزارا، کچھ دن یا مہینے ہی امی سے الگ رہا ہوں گا، شیر خواری کی عمر سے لے کر امریکہ میں تعلیم مکمل کرنے تک۔ اُن دنوں سے لے کر میں جب گلیوں میں مٹی میں کھیلنے سے بندر نما شکل لے کر شام کو گھر آتا، یا امریکہ میں ابتدائی عارضی نوکریوں سے تھک کر گھر پلٹتا تو اپنی ماں کا وجود کسی عزیز دوست، دانشور، ماہر گھریلو عورت یا مذہبی راہنما سے کم نہ پاتا۔ بے شک ہر ماں اپنی اولاد کے لئے اپنا مال اور جان قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہتی ہے، مگر میری ماں نے واقعی یہ کر دکھایا۔ آپ کی خوبصورت شخصیت ہر ایک کے دل میں ہمیشہ کے لئے جگہ بنا لیتی تھی۔

ماں باپ کا پروفیسر ہونا ہم بچوں کے لئے بہت فخر کی بات تھی، پیسوں کی اتنی فراوانی تو نہ تھی، مگر ہماری ہر ضرورت پوری ہوتی تھی۔ امی اور ابو کو ہمیشہ ہماری صحت کی فکر رہتی تھی۔ ان دنوں ہم ان چند لوگوں میں سے تھے، جنہیں خالص دودھ فراہم تھا۔ وہ بھی امی اور ابو کی عزت اور امی کی خوشگوار طبیعت کی وجہ سے تھا، باجوہ صاحب نے صرف اپنے گھر کے لئے بھینس پال رکھی تھی، وہ ہمیں بھی دودھ فراہم کرتے تھے، دودھ کا ایک گلاس ہر ایک کو رات سونے سے پہلے پینا پڑتا تھا، اور اسی دودھ سے جمایا ہوا دہی ناشتہ میں تازہ روٹیوں کے ساتھ کھانے کو ملتا۔ روٹیاں ہمیشہ تیل کے بغیر ہوتیں کیونکہ ہماری صحت امی اور ابو کی نظر میں مقدم ہوتی۔ ہمارے ماں باپ کی آپس میں محبت اور پھر اپنی اولاد کی محبت ایک ایسا منظر ہے جو مجھے اپنی ساری زندگی میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ امی اور ابو کی محبت نے اپنی اولاد کے لئے محبت کا ایک عظیم معیار قائم کر دیا۔ جو کہ ہم سب کے لئے مشعلِ راہ رہے گا۔ یہ محبت کی یادیں یاد کر کے ایسا لگتا ہے کہ یہی محبت ہے جو اونچی پہاڑیوں سے آنے والے تیز دریا کا پانی میری اپنے بچوں سے محبت کے چھوٹے چھوٹے دریاؤں کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

جب امی بیمار ہوئیں، ڈاکٹروں کے پاس ہسپتالوں میں چکر لگائے۔ جب بھی ہسپتال سے امی کو چھٹی کروا کر گھر لاتا تو دل سکون میں آ جاتا، اور سوچتا کہ اب یہ آخری چکر ہوگا، مگر اگلے ہفتے امی کی طبیعت پھر خراب ہو جاتی، تو دوبارہ لے کر جانا پڑتا۔ آخر وہ آخری دفعہ بھی آ گئی جب پھر امی میرے گھر واپس نہ آئیں۔ یہ عظیم غم بھی دل نے سہہ لیا اس خیال سے کہ چلو اب میری پیاری ماں کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ میری ماں اُس خدا کے پاس چلی گئی ہیں، جہاں کوئی تکلیف نہیں رہتی اور جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ مگر مجھے اس بات کی خبر نہیں تھی، کہ امی کی محبت کا ابھی اختتام نہیں ہوا بلکہ آغاز ہوا ہے۔ اس عظیم محبت کی یادیں ساری عمر یونہی میری آنکھوں سے محبت کے جھرنے بہاتی رہیں گی، اور دل و دماغ کو اپنے سرور سے سرشار رکھیں گی۔ امی کی زندگی میں یہ محبت اور جذبات حقیقت کی شکل میں ہر وقت موجود رہتے تھے، مگر اب یہ محبت امی کے جانے کے بعد اپنی اصل شکل میں سامنے آئی ہے، یعنی اس محبت کا اندازہ صحیح معنی میں اب ہوا ہے۔ یقیناً ان جذبات کا احساس تبھی ہوتا ہے جب کوئی موجود نہ رہے۔

خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا احساس تب ہوتا ہے جب وہ میسر نہ ہوں۔ رحمتوں کے چھن جانے کا احساس تب ہوتا ہے جب ان رحمتوں کا سایہ نہ رہے۔ یہ کمی کیا ہے؟ سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی کمی ہے بھی کہ نہیں؟ یا صرف یہ احساس ہے کہ ایک خوبصورت محبت کرنے والے کی کمی ہو گئی ہے۔ در اصل امی اپنے جانے سے پہلے مجھے وہ تمام محبت دے گئیں، جو ایک ماں اپنی اولاد کو دے سکتی ہے۔ کبھی کبھی تو یہ لگتا ہے یہ کمی کا احساس اپنی ذاتی خود غرضی ہے۔ امی جو کچھ ہمارے لئے کر سکتی تھیں کر گئیں، اور جو دعائیں دے سکتی تھیں دے گئیں۔ اور جاتے جاتے خدا حافظ کہہ گئیں، گویا یہ وہ وقت ہے جب انکی دی ہوئی دعائیں ہمارے ساتھ رہیں گی۔ بے شک اب ان کا وجود ہمارے پاس نہیں ہے، مگر انکی دی ہوئی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔ ان دعاؤں کو میں اپنے بچوں کے چہروں میں اُن کی آنکھوں کے نور میں پورا ہوتا دیکھتا ہوں۔ اپنے بچوں کے قہقہوں اور اُن کی پیاری پیاری باتوں سے جو دل کو سکون ملتا ہے، تو گویا امی کی دی ہوئی دعاؤں کے پورا ہونے کا ثبوت ہے۔

اب بھی امی سے محرومی کا سوچنے کو بھی دل نہیں کرتا، انہیں فوت شدہ کہنے سے ڈر لگتا ہے، انکی قبر کسی بُری یاد کی نشانی لگتی ہے، جس کا امی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، وہ تو زمین کا ایک ٹکڑا لگتا ہے، جس پر بس امی کے نام کی تختی لگی ہے۔ میری امی تو زندگی کا دوسرا نام تھا، شگفتہ گوئی اور بذلہ سنجی ہر محفل کو زندہ رکھتی تھیں۔ امی کے قہقہوں کی گونج ابھی بھی تازہ جیسے آپ کے لگائے ہوئے گلابوں کے پھول جو ہوا میں لہراتے رہتے ہیں۔ جیسے گرمیوں میں بارش کے قطرے زمین کے گوشے گوشے میں روح پھونک دیتے ہیں۔ امی کو فوت کہنا اتنی آسان بات نہیں، یہ حقیقت ایسی ہے جسے ماننے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر کب تک یہ حقیقت دل میں چھپائے بیٹھا رہوں گا۔ کبھی تو دل کو سمجھانا پڑے گا، کہ امی دنیا میں نہیں ہیں، صرف آپ کی

یادیں ہیں یہی انسان کی حقیقت ہے، ہر روز یہ حقیقت میرے جذبات کے دھاگے ایک ایک کر کے کاٹتی رہتی ہے۔ مگر یہ ایسا تعلق ہے جو کٹنے کا نام نہیں لیتا، ایسا لگتا ہے کہ یہ ان گنت دھاگے کٹتے کٹتے صدیاں لیں گے ان دھاگوں کے کٹنے کی تکلیف کی وجہ سے میں لکھنے پر مجبور ہوا ہوں۔

یہ جنتی ہستی ہمارے پاس نہیں ہے، اب خدا کے پاس حقیقی جنت کے مزے لے رہی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے جنت میں درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بھی اپنی اولاد کے سامنے اتنی عظیم مثالیں پیش کر سکیں۔

امی امریکہ کو پسند کرتی تھیں، یہاں کا پھل پھولوں سے بھرا موسم امی کی پسند کے مطابق تھا۔ اور یہیں اب ابدی نیند سو رہی ہیں۔

رب الغفر لہا وارحمہا و اد خلہا فی الجنہ

میری محترم آنٹی (کرن ظفر خان، بہو)

ایک دن جب ہم بہنیں لاہور سے ویک اینڈ پر گھر ربوہ واپس آئیں تو پتا چلا کہ شام کو کوئی چائے پر آ رہا ہے۔ شام کو امی نے ڈرائنگ روم میں بلایا تو پتا چلا کہ یہ تو مس بٹ اور انکی بڑی بہن تھیں۔ مس بٹ کو ہم نے کالج میں تو دیکھا ہی تھا مگر میں انکی سٹوڈنٹ نہیں تھی۔ لیکن انکے متعلق اپنی سہیلیوں سے بہت سُن رکھا تھا کہ انکا مزاج بہت شگفتہ ہے۔ اور کلاس میں اپنی شاگردوں کو بالکل بور نہیں ہونے دیتیں اور عموماً اپنی کلاس کالج کے سبزہ زار میں لیا کرتی ہیں۔ امی نے میری ذمہ داری چائے لانے پر لگائی تھی۔ چائے اور تمام لوازمات تیار ہو گئے تو میں اور ارم (میری جڑواں بہن) دونوں چائے لے کر جب ڈرائنگ روم میں آئے، ہم نے اپنا تعارف کروایا اور مس بٹ اور انکی بہن سے گرم جوشی سے ملاقات ہوئی۔ آنے کا مقصد تو مجھے سمجھ آ ہی گیا تھا۔ لیکن اس عمر میں اس مقصد کی زیادہ پروا نہیں ہوتی خاص طور پر جب آپ یونیورسٹی کے پہلے سال میں ہوں۔ مس بٹ کی خوشگوار گفتگو اور قہقہوں نے کچھ عرصے میں ہی وہاں کا ماحول یکسر بدل دیا۔ چائے بناتے ہوئے ارم سے جب چائے کی کیتلی اُلٹ گئی تو مس بٹ نے یک دم کہا تم کیوں گھبرا رہی ہو، میں تو تمہاری بہن کو رشتہ کی غرض سے دیکھنے آئی ہوں۔ ان سے پہلی ملاقات بہت خوشگوار انداز میں ہوئی اور ان کے جانے کے بعد امی نے انکے آنے کا مقصد بتایا۔ ہم اگلے دن یونیورسٹی واپس چلے گئے۔ اور کچھ ہی مہینوں کے اندر میرا رشتہ انکے بڑے صاحبزادے محمد ظفر اللہ خان کے ساتھ طے پا گیا اور منگنی کی رسم ہوئی۔ اور اس کے بعد ہم جب بھی یونیورسٹی سے واپس آتے تو اکثر مس بٹ اور شریف خان صاحب تشریف لاتے۔ اور ہنسی مزاح کی محفل جمتی۔ اکثر یہ دونوں آئس کریم ہمراہ لاتے کیونکہ ان کو علم تھا کہ مجھے اور میری بہنوں کو آئس کریم بہت پسند ہے۔ مس بٹ نہ صرف میرے سے بہت محبت کا اظہار کرتیں بلکہ میری بہنوں اور میرے والدین کے ساتھ ان کا خاص لگاؤ تھا اور میرے والد مرحوم ہمیشہ ان کو اپنی بہن کہا کرتے تھے۔ اسی طرح میرے یونیورسٹی کے پہلے سال کے اچھے رزلٹ پر انہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ میری شادی تک کا سارا عرصہ اسی طرح کی خوشگوار ملاقاتوں پر مشتمل رہا۔ اسی طرح میری شادی کا دن آن پہنچا جس کا آنٹی کو بہت شدت سے انتظار تھا۔ اور اسکا اظہار لمحہ بہ لمحہ شادی کے موقع پر انہوں نے کیا۔ میرے تمام رشتہ داروں کے ساتھ انکا تعلق مثالی رہا۔ اور کسی بھی لمحہ مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ میرا رشتہ فیملی سے باہر ہوا ہے۔ انکی خوش مزاجی اور ہنس مکھ طبیعت نے دونوں خاندانوں کو ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا۔ پھر شادی کے بعد میں اپنی تعلیم کا بقیہ حصہ مکمل کرنے کے لئے لاہور آ گئی۔ اور جب بھی میں یونیورسٹی سے گھر آتی ہمیشہ آنٹی اور اباجان سے ملاقات ہوتی۔ وہ ہمیشہ بے حد محبت کا اظہار کرتیں اور ہر ممکن ضرورت کا خیال رکھتیں۔

جب آنٹی کو امریکہ کا ویزا مل گیا تو اس بات کو سوچ سوچ کر دُکھی ہوتی تھیں کہ میں اپنی بہو سے پہلے باہر جا رہی ہوں۔ ہمیشہ میرے لئے بہت دُعا گو رہتیں۔ میری بڑی بیٹی اور اپنی پوتی، ایمن کی پیدائش پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور ہمیشہ کہتیں کہ یہ تو میری پہلی پوتی ہے اور میری بیٹی کے بعد پہلی بیٹی ہے جو ہمارے گھر آئی ہے۔ جب میرا امریکہ جانے کا انتظام ہو گیا تو بہت خوشی کا اظہار کیا اور میرے امریکہ آنے کے بعد آپ اور اباجان (میرے سُسر) ہمارے پاس فلاڈلفیا آ گئے اور اسطرح مجھے آپ کے ساتھ رہنے کا کچھ سال موقع ملا۔ میرے بیٹے عمر کی پیدائش پر بھی بہت خوشی کا اظہار کیا اور کافی عرصے تک ہمیشہ اسے نہلانے میں میری مدد کرتیں اور اسکی مالش کرتیں۔ گویا میری ہر طرح سے مدد کی جو ایک ماں ہی کر سکتی ہے۔ میرے دونوں بچوں کے نائٹ سوٹوں کی خود سلائی کی، یہاں تک کہ ایمن کی اکثر گڑیوں کے کپڑے ہاتھ سے سیتیں اور تمام بچوں سے ازحد شفقت کرتیں۔ بچے بھی اپنی دادو کے لاڈ کا جواب اپنے رنگ میں دیتے۔ ایمن کے قائدہ یسرنا القرآن کے آغاز پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور اسکو سونے کی بالیاں تحفے میں دیں۔

فلاڈلفیا میں ہمارے اپارٹمنٹ کے آس پاس دو اور احمدی خاندان بھی رہائش پذیر تھے۔ ان میں سے ایک فیملی، جن کے چھوٹے بچے تھے، ان کو قاعدہ پڑھانے ان کے گھر جاتی تھیں۔ اور دوسری فیملی کی بھی جس قدر ممکن تھا مدد کرتی تھیں۔ ایک ترکی فیملی ہمارے ہمسائے میں رہتی تھی۔ خاتونِ خانہ کا نام پاکیزہ تھا اور اُسے سوائے ترکی زبان کے کوئی اور زبان نہیں آتی تھی۔ آپ نے اس کو انگریزی سکھانی شروع کی۔ تاکہ آپس میں گفتگو ہو سکے۔ اس کے گھر جاتیں اور اس کو انگریزی

سکھاتیں اور اس میں بے حد خوشی محسوس کرتیں۔ آپکی کوششوں کے باعث ہی پاکیزہ کو بہت حد تک انگریزی کی سمجھ بوجھ ہوگئی تھی۔

جب بھی مسجد میں جماعت کی میٹنگ پر جاتیں تو آپ وہاں بہت enjoy کرتیں۔کسی نئی جگہ پر جاکر بہت جلد آپ اپنی واقفیت پیدا کرلیتیں اور محفل پر اپنا خوشگوار اثر چھوڑتیں۔ آپکامذہبی علم بھی بہت تھااور لوگوں کے ساتھ share کرنے میں بہت مسرت محسوس کرتیں۔ آپ کا قرآنِ کریم کا تلفظ بہت عمدہ تھا اور ہمیشہ اونچی آواز میں تلاوت کرنا پسند کرتی تھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے قرآنِ کریم کے ریکارڈ کروائے ہوئے درس بہت شوق سے سُنتیں اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تاکید کرتی تھیں۔ بچے بچیوں کے رشتوں میں خاص دلچسپی تھی۔ اور آپ نے بہت سے رشتے کروائے اور جماعت میں والدین کو مفید مشورے دیتیں اور خاص طور پر ان کے لئے دُعا کرتیں۔

سعدیہ بشریٰ راشد (اہلیہ محمد راشد زبیر خان، بہو)

مرحومہ کے متعلق میری یادوں کا پہلا دریچہ گورنمنٹ جامعہ نصرت برائے خواتین کے لان میں کھلتا ہے۔ جہاں آپ اپنی مخصوص بے تکلفی کے ساتھ طالبات کو پڑھا رہی ہیں۔ آپ اپنی کرسی پر تشریف فرما ہیں اور کچھ طالبات سامنے بینچ پر بیٹھی ہیں اور کچھ گھاس پر نیچے بیٹھی ہیں، نہ ہی استاد روایتی رعب دار انداز رکھتا ہے اور نہ ہی شاگرد روایتی ادب و آداب کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ دونوں اطراف میں دوستی اور بے تکلفی کی فضا ہے۔ سب ہنس رہے ہیں اور ہلکے پھلکے انداز میں آپ فارسی کی کوئی غزل پڑھا رہی ہیں۔ اور میں کلاس میں بیٹھی دیگر طالبات کے ساتھ اس سے لطف اندوز ہو رہی ہوں۔ اگرچہ آپ اس وقت کالج کی انتظامیہ میں شامل ہو چکی تھیں، اور مصروفیت کی وجہ سے باقاعدہ کلاس نہ لے سکتی تھیں، مگر جب بھی کلاس لیتیں اس سے کوئی غیر حاضر ہونا پسند نہیں کرتا تھا۔

دورِ طالب علمی میں ہمیں آپ کے ہمراہ تفریحی دورے پر اسلام آباد جانے کا موقعہ ملا۔ اس سفر کو آپ نے اپنی خوشگوار باتوں اور لطیفوں سے مزید یادگار بنایا۔ آپ ایک استاد کی طرح ہماری نگرانی کرتیں مگر ایک دوست کی طرح ہمارے ساتھ سیر سے لطف اندوز ہوتیں۔ اور ایک ماں کی طرح ہمارے کھانے پینے کا خیال رکھتیں۔ غرض ہمارا وہ سفر بہت یادگار رہا اور آپ اسکی خوشگوار یادوں کا ایک حصہ ہیں۔

آپ سے وابستہ میری یادوں کے ایک نئے دور کا آغاز اس وقت ہوا جب آپ کے بیٹے راشد کے ساتھ میری شادی ہوئی۔ آپ اس وقت ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد امریکہ آچکی تھیں۔ جب میں شادی کے کچھ عرصے کے بعد امریکہ آئی تو آپ نیویارک ایئرپورٹ پر پھولوں کا گلدستہ لے کر موجود تھیں۔ اس کے بعد آپکی وفات تک مجھے آپ کے ساتھ رہنے کا موقعہ ملا۔ آپ صحیح معنوں میں اُن لوگوں میں سے تھیں جو محفل کی جان ہوتے ہیں۔

امریکہ آنے کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ زبان اور مذہب کے فرق کے باوجود اپنی اپارٹمنٹ بلڈنگز بلکہ نزدیکی پارک میں آنے والے لوگوں میں بھی مقبول ہیں، اسکی وجہ آپ کی خوشگوار شخصیت، دوستانہ اور پر خلوص رویہ تھا۔ ہم ہر روز شام کے قریب پارک جاتے وہاں آپ سب سے دوستانہ انداز میں حال احوال دریافت کرتی رہا کرتیں تھیں۔

جب آپکی خطرناک بیماری کا آغاز ہوا، تو کسی کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ بیماری جان لیوا ثابت ہوگی۔ کیونکہ آپ تب خدا کے فضل سے بہت صحت مند اور فعال زندگی گزار رہی تھیں۔ آپ پر کینسر کا دوبارہ حملہ ہوا، پہلی بار آپ علاج کے بعد صحت یاب ہوگئی تھیں، مگر تین سال بعد اس بیماری کا دوبارہ حملہ ہوا، اور اس بار بیماری شدت اختیار کر گئی تھی۔ ان دونوں بیماریوں کے دوران مجھے آپ کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ آپ نے اس بیماری کا بہت ہی بہادری سے مقابلہ کیا، علاج نے آپ کو بہت کمزور کر دیا تھا، مگر جہاں تک ہو سکتا تھا علاج ہو رہا تھا۔

2010 میں آپ اور اباجان کینیڈا مسعود بھائی کے پاس گئے۔ آپ سے جب بھی فون پر بات ہوتی بچوں کو بہت یاد کرتیں اور اپنے کینیڈا کے واقعات بہت مزے سے سناتیں۔ اور بارہا اس کا ذکر کرتیں کہ کیلگری بہت اچھی جگہ ہے، یہاں پر سیر کا ضرور پروگرام بناؤ۔ اور تمام تفریحی مقامات سے سب فیملی کو پوسٹ کارڈ بھیجے۔ اس وقت بھی آپکی طبیعت ناساز تھی۔ لیکن آپ نے ان تمام تکالیف کو بھلا کر وہاں بچوں کے ساتھ بہت لطف اُٹھایا اور ہم سب کو بھی ہر لمحے یاد رکھا۔ کینیڈا سے واپس آنے کے بعد جب آپ ڈاکٹر کے پاس دوبارہ گئیں تو اس نے مزید ٹیسٹ کروانے کو کہا۔ پھر معلوم ہوا کہ آپ کا کینسر بہت زیادہ پھیل گیا ہے اور اب آپ کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ یہ بات ہم سب کے لئے بہت زیادہ shocking تھی۔ آپ ملاقات کے دوران اس بات کا ہنس کر ذکر کرتیں اور میں صرف انکے چہرے کو دیکھتی رہ جاتی کہ واقعی کوئی اتنا بہادر بھی ہو سکتا ہے۔ میں آنٹی سے ہمیشہ کہتی تھی کہ آپ ذہنی طور پر بہت زیادہ strong ہیں، آپ نے ہر بیماری کا مقابلہ بہت ہمت سے کیا ہے۔ ہم جب بھی آپ کی خیریت دریافت کرنے جاتے تھے تو آپ کو ہمیشہ صاف سُتھرے لباس میں پایا۔ آپ جسمانی صفائی کا خاص خیال رکھتیں۔ جب آپ کی طبیعت خراب ہوتی تب اباجان کی مدد لے لیتیں، مگر صفائی کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ آپ

کے purse میں ہمیشہ شیشہ، کنگھی اور lipstick ہوتی اور چہرے کے لئے اچھی کریم استعمال کرتیں۔

آپ کی بیماری کا آخری ہفتہ بہت ہی مشکل میں گزرا۔ صحت دن بدن گر رہی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کی وفات سے کچھ دن پہلے جب ہم آپکی خیریت پتا کرنے گئے تو آپ چونکہ کمرے سے باہر نہیں آسکتی تھیں، ہم آپ کے پاس بستر پر ہی بیٹھ گئے۔ آپ کمزوری کے باعث زیادہ بول نہیں سکتی تھیں۔ میں ظفر سے کچھ فاصلے پر بیٹھی تھی۔ فوراً مجھ سے اشارے سے پوچھا کیوں، ظفر سے لڑائی ہوئی ہے! اتنی تکلیف میں بھی آپ نے اپنی طبیعت کے بہترین شگفتہ پہلو کو نہیں چھوڑا۔ آپ کی وفات کی خبر سب فیملی خاص طور پر اباجان کے لئے ایک بہت بڑا المیہ تھی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اپنے پیاروں خاص طور پر اپنے والدین کی وفات اولاد کے لئے ساری عمر کا صدمہ ہے۔ اور خاص طور پر ایک بہت ہی پیاری ماں، ایک پیار کرنے والی ساس اور بہت ہی پیار کرنے والی دادو، جو سب کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتی ہوں، اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ آپکے اس دنیا سے جانے کا ہر ایک کو بہت دکھ ہے لیکن آپکی اولاد اور تمام فیملی کو آپ پر فخر ہے۔ آپ نے ایک بھرپور زندگی گزاری جس میں آپ کو ہر ایک کا پیار میسر آیا اور آپ نے بہت پیار سب کو دیا بھی۔ آپ ہر محفل کو چار چاند لگا دینے والی شخصیت تھیں اور ہر ایک کے دُکھ اور تکلیف کو اپنا سمجھتی تھیں۔ آپ نہ صرف اپنی فیملی کے ہر شخص کے بہت قریب تھیں بلکہ فیملی کے باہر کے لوگوں اور اپنی سہیلیوں کے بھی بے حد قریب تھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور آپ کی تمام دُعائیں جو آپ نے اپنی اولاد اور اگلی نسلوں کے لئے کی ہیں وہ اللہ پوری کرے اور آپکی اولاد کو خادمِ دین بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

آپ نے طبیعت میں بشاشت قائم رکھی، اُسی زندہ دلی کے ساتھ زندگی کے معمول کو جاری رکھا۔

کہا کرتی تھیں جتنی دیر کیمو تھراپی ہوتی رہتی ہے، میں اپنی اولاد اور دیگر عزیزوں کے لئے دعا کرتی رہتی ہوں۔ آخری بار جب بیماری واپس آئی تو ڈاکٹر زنے radiation تجویز کی، جس کے لئے آپ کو ہر ہفتے بلا ناغہ ہسپتال جانا پڑتا تھا، آپ نے یہ علاج بڑی ہمت سے کروایا۔ اس طویل اور تھکا دینے والے علاج کے دوران بھی آپ ماحول کو خوشگوار رکھنے کے لئے چھوٹی چھوٹی پُر مزاح باتیں کرتی رہتیں۔ اکثر لوگ آپ کی تیمارداری کے لئے سنجیدہ شکل بنا کر آتے مگر آپ سے ملنے کے بعد آپ کی پر مزاح باتیں سن کر مسکراتے ہوئے واپس جاتے۔ غرضیکہ آپ نے اس بیماری میں آخر تک حوصلہ نہیں ہارا۔ آپ کے شوہر اور آپ کے بیٹے راشد نے اس طویل بیماری میں آپ کی بہت خدمت کی، خدا ان پر بھی رحم کرے۔

آپ سے وابستہ میری یادوں کا ایک نہ بھولنے والا سلسلہ ہماری بیٹی سمن عائشہ کی "دادو" سے بھی ہے۔ سمن آپ کی زندگی کے آخری چند سالوں میں ایک ننھے دوست کی طرح آپ کے ساتھ رہی۔ جب آپ باغبانی کر رہی ہوتیں تو سمن آپ کے ساتھ ہوتی، آپ کہتیں کہ یہ میری assistant gardner ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ کھیلنے کے لئے کچھ خاص کھیل بنا رکھے تھے، جن کے اصول وضوابط صرف سمن اور آپ کو پتہ تھے۔ آپ سمن کے ساتھ لائبریری جاتیں۔ جب سمن پہلے دن سکول گئی تو آپ اسکو چھوڑنے ہمارے ساتھ گئیں۔ سمن کے آرٹ ورک کی بہت حوصلہ افزائی کرتیں۔ اسے کہتی تھیں کہ قرآنِ پاک کا پہلا دور مکمل کرو تو ہم تمہاری پھر شاندار آمین کریں گے۔ آپ کی وفات سے تین ہفتے پہلے سمن نے قرآنِ پاک کا پہلا دور ختم کیا، آپ بہت خوش ہوئیں، حالانکہ ان دنوں آپ کی طبیعت بہت خراب تھی، مگر مجھے کہنے لگیں کہ اس کی آمین کرتے ہیں۔ میں آپ کی طبیعت کی وجہ سے جھجک رہی تھی۔ اُن ہی دنوں آپ کی دوسری بہو منزہ بھابی کینیڈا سے آپ کی تیمارداری کے لئے آئیں، اسکے حوصلہ دلانے اور مدد سے ہم نے سمن کی آمین کی تقریب اپنے گھر میں منعقد کی۔ جن میں ہمارے احباب جماعت بھی شامل ہوئے۔ آپ نے کئی لوگوں کو خود فون کر کے اپنی پوتی کی آمین پر مدعو کیا، اور بیماری کی شدت کے باوجود تمام وقت مہمانوں کے ساتھ بیٹھی رہیں۔

پھر بیماری بڑھتی گئی، کہا کرتی تھیں کہ اپنے جانے کا سن کر مجھے یہ خیال آتا ہے کہ دو لوگوں نے مجھ سے کچھ زیادہ ہی دل لگا لیا ہے ایک شریف صاحب اور دوسری سمن۔ ایک دن مجھے کہنے لگیں میری وفات کا سمن کو نہ بتانا، کہنا کینیڈا گئی ہوئی ہیں۔ مگر آپ کی وفات والے دن جب آپ کو وفات سے کچھ دیر پہلے ہسپتال لے کر گئے تو سمن کو تب ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ اب دادو زیادہ ہی بیمار ہیں۔ مجھ سے پوچھنے لگی کہ دادو اب گھر کب واپس آئیں گی؟ میں نے کوئی جواب نہیں دیا، مگر میرے چہرے کی طرف دیکھ کر اسے جواب مل گیا، اور وہ روتے ہوئے کہنے لگی کہ فون کر کے میرے دوسرے کزنز کو بھی بتادو کہ اب ہمارے پاس دادو نہیں رہیں۔

خدا تعالیٰ محض اپنے رحم سے اس معصوم کو صبر دے اور اسکی دادو کو مغفرت کی چادر سے ڈھانپ لے۔ آپ کے شوہر کو صبر دے اور آپکی تمام اولاد پر فضل اور رحم کرے آمین۔